عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ماہنامہ
# لولاک
ملتان
شمارہ ٦ جلد ٣٩/١١
جمادی الثانی ١٤٢٨ھ
جولائی 2007ء

- اِسلامی تعلیمات کو مسخ نہ کریں
- سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت
- مولانا قاری محمد اختر کا وصال
- تھرپارکر میں قادیانی مشنری کا ڈھانچہ
- عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے متعلق قادیانی پیش گوئی

www.khatm-e-nubuwwat.com
E-mail: mahanamalolaak@yahoo.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ماہنامہ
لولاک
ملتان
شمارہ ۶ .......... جلد ۳۹/۱۱

## بیاد

| | |
|---|---|
| امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ | مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ |
| مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ | سلطان الاسلام مولانا لال حسین اخترؒ |
| حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ | فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ |
| حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ | حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ |
| شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ | شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ |
| حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ | حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ |
| حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ | صاحبزادہ طارق محمودؒ |


بانی: مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمودؒ

سرپرست: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

سرپرست: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

کمپوزنگ: یوسف ہارون

## مجلس منتظمہ

| | |
|---|---|
| علامہ احمد میاں حمادی | مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی |
| مولانا بشیر احمد | حافظ محمد یوسف عثمانی |
| مولانا محمد اکرم طوفانی | حافظ محمد ثاقب |
| مولانا عزیز الرحمن ثانی | مولانا فقیر اللہ اختر |
| مولانا مفتی حفیظ الرحمن | مولانا محمد نذر عثمانی |
| مولانا قاضی احسان احمد | مولانا غلام حسین |
| مولانا محمد طیب فاروقی | مولانا محمد اسحاق ساقی |
| مولانا محمد قاسم رحمانی | مولانا غلام مصطفیٰ |
| مولانا عبدالستار حیدری | مولانا عبدالحکیم نعمانی |
| چوہدری محمد اقبال | مولانا محمد علی صدیقی |
| مولانا محمد حسین ناصر | مولانا عبدالرزاق |


رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

## کلمتہ الیوم!


| | | |
|---|---|---|
| صدر مملکت! اسلامی تعلیمات کو مسخ نہ کریں | چیف ایڈیٹر | 3 |


## مقالات ومضامین!


| | | |
|---|---|---|
| سیدنا حضرت علیؓ کا دور خلافت | مولانا ظفیر الدین | 6 |
| سیدنا حضرت نعمان بن بشیرؓ | عبداللہ قارانی | 11 |
| سیدنا حضرت امیر حمزہؓ | مولانا عبدالرحیم | 14 |
| علامہ محمد احمد لدھیانویؒ حیات وخدمات | حافظ محمد ثاقب | 19 |
| موذن بارگاہ رسالت حضرت بلالؓ | عبداللہ البرنی | 21 |
| حضرت ام ایمنؓ | علی اصغر چوہدری | 23 |
| استخلاف یزید اور اہل سنت کا موقف | شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر | 33 |
| حضرت مولانا قاری محمد اخترؒ کا وصال | مولانا اللہ وسایا | 42 |
| عجیب وغریب واقعہ | سید شمشاد حسین | 45 |


## ردقادیانیت!


| | | |
|---|---|---|
| عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کی موت کی قادیانی پیش گوئی | مولانا محمد اقبال رنگونی | 25 |
| تھرپارکر میں قادیانی مشنری کا ڈھانچہ | مولانا تاج محمد سومرو | 31 |
| عجمی اسرائیل (نظم) | آغا شورش کاشمیریؒ | 32 |
| مرزا قادیانی اور محمد علی لاہوری | سید نورالحسن بخاریؒ | 48 |


## متفرقات!


| | | |
|---|---|---|
| جماعتی سرگرمیاں | ادارہ | 49 |
| تبصرہ کتب | ادارہ | 55 |

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

# صدر مملکت!! اسلامی تعلیمات کو مسخ نہ کریں!

۱...... ۱۹۷۳ء کے آئین میں متفقہ طور پر طے کر دیا گیا تھا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔

۲...... اس میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔

۳...... جو قانون اس وقت (۱۹۷۳ء) لاگو ہیں ان کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی کہ وہ اپنی سفارشات پیش کرے تاکہ سات سال کے عرصہ میں ان قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنادیا جائے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل میں تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ) علماء کرام، ریٹائرڈ جسٹس اور قانون دانوں کو شامل کیا جائے گا۔ پہلی اسلامی نظریاتی کونسل اور پھر جنرل محمد ضیاء الحق کے دور تک اسلامی نظریاتی کونسل میں بڑے سوچ وبچار کے بعد جید علماء کرام کو نمائندگی دی جاتی رہی۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی، مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی، علامہ احمد سعید کاظمی، مولانا رفیع عثمانی، مولانا محمد یوسف بنوری، ایسے حضرات بھی کونسل کے ممبر رہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کی بڑی وقیع سفارشات آئیں۔ ان میں سے بعض پر قانون سازی بھی ہوئی۔ حکومت پاکستان کے کارپردازان اگر اسلامی نظام نافذ کرنے کے دل سے خواہش مند ہوتے تو صرف نظریاتی کونسل کی سابقہ سفارشات پر قانون سازی کر دی جاتی تو بجا طور پر اس وقت ملک عزیز پاکستان میں اسلام کے قانون کی بہاریں ہوتیں۔ لیکن تمام حکمران زبان سے نام تو اسلام کا لیتے تھے دل ودماغ ان کے اسلامی قانون کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس لئے ہر موقعہ پر اسلام کے نام کو استعمال کیا گیا اور صحیح معنی میں نفاذ اسلامی کے لئے کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی۔ کبھی شریعت بل، کبھی کوئی شاخسانہ، کبھی کوئی افسانہ، کبھی کوئی نام، غرض آج تک جتنے نئے نعروں سے وقت کو ٹالا جا سکتا تھا ٹالا گیا۔ لیکن جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں تو چن چن کر جدیدیت کے علمبرداروں کو نظریاتی کونسل میں شامل کیا گیا۔ ان میں جدیدیت، کفر سے مرعوبیت، اسلام کو کافروں کے لئے قابل قبول بنانے کے نت نئے انداز وغیرہ تو سب کچھ پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنی، اسلام پر غیر مسلموں کے اعتراضات کو دور کرنے کے لئے آبرومندانہ مدافعت اور دلائل کی قوت سے کفر کو قائل کرنے کی ادنیٰ رمق تک موجود نہیں۔ غضب بالائے غضب یہ کہ جنرل پرویز مشرف کی نظریاتی کونسل نے پہلے سے طے شدہ امور کو متنازعہ بنانے کا مکروہ عمل شروع کر دیا ہے۔

۱...... پاکستان میں شرعی عدالتوں کے لئے مسلمان جج ہونا ضروری ہے۔ موجودہ مشرف کی جرنیلی کونسل اس سے انکار کرتی ہے۔ ۲...... تعزیرات پاکستان میں اہانت رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ موجودہ مشرف کی جرنیلی

کونسل اس سے انکار کرتی ہے۔ ۳…… مرتد کی سزا کے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل ۱۹۸۲ء میں سفارش کر چکی ہے کہ:

کونسل کی رائے میں دستور پاکستان کے ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۷رستمبر ۱۹۷۴ء سے قبل قادیانی (بشمول لاہوری گروپ) ہوں تو وہ سب غیر مسلم قرار دیئے گئے تھے اور اس ترمیمی آئینی آرڈیننس کے بعد جو کوئی مسلمان قادیانی (بشمول لاہوری گروپ) ہو جائے۔ وہ از روئے قرآن وسنت اور اجماع امت مرتد ہوگا۔ مرتد بالاتفاق امت واجب القتل ہے۔ چنانچہ کونسل سفارش کرتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے تو اسے ارتداد سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ اس دوران اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جاتی رہے گی اور اگر اسلام کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو اس کے ازالے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ اگر پھر بھی وہ اپنے ارتداد سے توبہ نہ کرے تو شرع اسلامی میں اس کا خون حلال ہے اور اس کو سزائے موت دی جائے گی۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''اسلامی قانون ارتداد'' از جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، مطبوعہ قانونی کتب خانہ، کچہری روڈ لاہور) کونسل مزید سفارش کرتی ہے کہ ارتداد کے موضوع پر ایک قانون بنایا جائے کیونکہ فی الوقت ملک میں کوئی ایسا قانون یا ضابطہ موجود نہیں ہے جس کے تحت ارتداد کے جرم پر کوئی سزا دی جا سکے۔ اگر حکومت چاہے تو کونسل ہذا ارتداد کے موضوع پر مسودہ قانون تیار کر کے حکومت کو پیش کر سکتی ہے۔ کونسل مذکورہ بالا ریفرنس کے تعلق سے مزید سفارش کرتی ہے تا آنکہ اسلامی قانون ارتداد نافذ ہو۔ مرتدین کو فوری طور پر سرکاری ملازمت سے علیحدہ کرنے کا اہتمام کیا جائے اور کسی مرتد کو سرکاری ملازمت میں نہ رہنے دیا جائے۔'' کونسل کی مذکورہ بالا سفارش بذریعہ مراسلہ نمبر ۴ (۳۵)/۸۱۔ آر سی آئی مورخہ ۱۰رنومبر ۱۹۸۲ء کیبنٹ ڈویژن کو ارسال کی گئی۔ (سالانہ رپورٹ ۱۹۸۲ء، ۱۹۸۳ء اسلامی نظریاتی کونسل ص ۲۴، ۲۵)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے اس طویل اقتباس کو پڑھیں۔ ۱۵رمارچ ۱۹۸۱ء سے ۱۰رنومبر ۱۹۸۲ء تک نظریاتی کونسل اور حکومت کے درمیان مختلف خطوط کے ذریعہ ایک مسئلہ زیر بحث رہا۔ کونسل نے طویل غور وخوض کے بعد ایک واضح سفارش مرتب کر کے حکومت کو بھجوادی۔ جنرل محمد ضیاء الحق، خان اسحٰق خان، جناب محمد رفیق تارڑ کے دور حکومت میں اس پر عمل درآمد/ قانون سازی تو نہ ہو سکی تاہم یہ رپورٹ برقرار رہی۔ لیکن جناب پرویز مشرف کی نظریاتی کونسل نے تو انتہاء کر دی۔ اس طے شدہ مسئلہ کو متنازعہ بنا دیا اور سابقہ رپورٹ کے برعکس نئی رپورٹ کثرت رائے سے مرتب کر کے پوری قوم کو اسلامی نظام کے حوالہ سے ایک مخمصہ میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ یہ خبر ملاحظہ ہو:

''اسلام آباد (ثناء نیوز) اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی تازہ رپورٹ میں قرار دیا ہے کہ قتل اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ علمائے کرام کی اکثریت نے ان سفارشات سے اختلاف کیا ہے۔ حدود آرڈیننس پر اپنی فیصلہ کن رپورٹ میں اسلامی نظریاتی کونسل نے قرار دیا ہے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق سزائے موت صرف قتل اور زمین پر فساد پھیلانے کے ضمن میں دی جا سکتی ہے۔ کونسل نے کثرت رائے سے سفارش کی ہے کہ زنا کی زیادہ سے زیادہ سزا ۱۰۰ کوڑے مقرر کی جائے۔ رپورٹ میں زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کی مخالفت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مرتد باغی اور توہین رسالت کے مرتکب مجرم کے لئے سزائے موت کا ذکر نہیں کیا

گیا۔ممتاز مذہبی سکالر خورشید احمد ندیم کے مطابق یہ فیصلے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر علماء کا خیال ہے کہ شادی شدہ زانی مرد، زانیہ عورت، مرتد اور توہین رسالت کے مرتکب شخص کے لئے سزائے موت صحیح حدیث سے ثابت ہے اور رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے دور میں یہ سزائیں دی جاتی رہی ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواتین کو جیلوں میں نہیں رکھا جانا چاہئے۔ سفارشات تیار کرنے والی کونسل کی ۸ رکنی لیگل کمیٹی کے چیئر مین ڈاکٹر خالد مسعود کے علاوہ علامہ جاوید احمد غامدی، پروفیسر سید بی بی، جسٹس ریٹائرڈ احمد مغل، جسٹس رشید احمد جل نوری پیر سید ذاکر حسین اور ڈاکٹر پیر سید دامن علی شاہ منظور احمد شامل ہیں۔ کونسل کی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانون پر مکمل عبور رکھنے والا غیر مسلم جج ہر طرح کے امور پر فیصلہ صادر کرسکتا ہے۔'' (نوائے وقت ملتان، یکم جون ۲۰۰۷ء)

اس موضوع پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات ۱۹۸۲ء کا ایک اقتباس اور ۲۰۰۷ء کی ایک خبر آپ کے سامنے ہے۔ ایک ادارہ، دو رپورٹیں، دونوں ایک دوسرے سے متصادم۔ پہلی رپورٹ بھی ایک جنرل کے زمانہ اقتدار میں پیش ہوئی۔ دوسری رپورٹ بھی ایک جنرل کے زمانہ میں مرتب ہوئی۔ پہلے جنرل محمد ضیاء الحق اور دوسرے جنرل جناب پرویز مشرف ہیں۔ دونوں رپورٹوں کے پڑھنے کے بعد سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟۔ کاش! صدر مملکت جناب جنرل پرویز مشرف اسلامی قوانین کو تختہ مشق نہ بنائیں۔ اسلام پر رحم کریں۔ اس کی روح کو نہ تڑپائیں۔ اس کی شکل کو مسخ نہ کریں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ چند آزاد خیال لوگوں کے کچھ کہنے سے اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا۔ لیکن اس کو بگاڑنے کی کوشش کرنے والے دنیا و آخرت میں نمونہ عبرت بن جائیں گے۔

## مولانا مفتی ظفر اقبال کو صدمہ

جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے ناظم مولانا مفتی ظفر اقبال صاحب کے والد گرامی کا گزشتہ دنوں انتقال ہوگیا۔ جامعہ باب العلوم میں نماز جنازہ مولانا قاری محمد احمد اور چیچہ وطنی میں نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے پڑھائی۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ ادارہ لولاک مولانا مفتی ظفر اقبال اور قاری محمد زاہد اقبال کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

## حافظ عبدالرشید مرحوم کا وصال

دواخانہ سراجیہ چیچہ وطنی کے بانی، خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مسترشد حضرت حاجی جان محمد صاحب سرگانہ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ عبدالرشید وصال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حافظ عبدالرشید بہت ہی صالح اور عارف باللہ تھے۔ عمرہ کی ادائیگی کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں جمعہ یکم جون کو ان کا وصال ہوا۔ زہے نصیب کہ مسجد نبوی میں نماز جنازہ اور جنت البقیع میں تدفین نصیب ہوئی۔ مجلس احرار اسلام کے رہنما جناب الحاج عبداللطیف چیمہ، حافظ حبیب اللہ چیمہ سے ادارہ لولاک اظہار غم کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق ہو۔ آمین!

# حضرت علیؓ کا دورِ خلافت!

مولانا ظفیر الدین

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت حالات ایسے تھے کہ الامان الحفیظ۔ مفسدین چھائے ہوئے تھے۔ تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔ درو دیوار پر وحشت چھائی ہوئی تھی۔ اکابرین صحابہ کرامؓ میں سے کچھ حضرات مدینہ سے باہر تھے۔ کچھ فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں مکہ میں تھے اور کچھ حضرات فتنہ وفساد کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

ان حالات میں حضرت علیؓ کے سر خلافت کا بار ڈالا گیا اور قوم ومذہب کی ہمدردی میں ان کو قبول کرنا پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان وحشت ناک حالات میں خلافت کا بار اٹھانا، حضرت علیؓ ہی جیسے عظیم المرتبت بزرگ کا کام تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ آپ کا دور خلافت باہمی آویزشوں سے پر ہے۔ مگر بااین ہمہ آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور آپ جن خوبیوں کے مالک تھے وہ ہمارے لئے سبق ہے۔ حضرت علیؓ نے پہلا خطبہ خلافت جو ارشاد فرمایا تھا اس میں چند کلمات یہ بھی تھے کہ:

’’خداوند تعالیٰ نے زمین حرم کو محترم قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو اخلاص ومحبت اور اتحاد ویگانگت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ بجز اس صورت کے کہ کوئی شرعی حق واجب ہو۔ خدا کے بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے خدا سے ڈرو۔ قیامت کے دن تم سے اراضی اور معاش کے متعلق بھی باز پرس کی جائے گی (انسانوں کا تو ذکر کیا ہے) اللہ عزوجل کی اطاعت کرو۔ اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔ نیکی کو قبول کرو اور بدی سے پرہیز کرو۔ (تاریخ ملت ص ۲۷۱ ج ۲)‘‘

اس تقریر کے ایک ایک جملہ کو بامعان نظر ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں باہمی اخلاص ومحبت وباہمی یکجہتی اور اتفاق واتحاد پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ لوگوں کو مردم آزاری سے کس شدومد کے ساتھ روکا گیا ہے۔ معاملات میں غور وفکر کی کیسی تاکید ہے۔ یہ سب کیوں ہے کہ لوگ محبت اور پریم کی زندگی گزاریں۔ صلح وآشتی کو رہبر بنائیں اور جو کچھ کریں احکام خداوندی اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں کہ اصل زندگی یہی ہے اور یہی عبدیت کی شان ہے۔

حضرت علیؓ ملکی نظم ونسق اور عمال کی نگرانی سے ذرہ برابر غافل نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن مالکؓ کو مامور فرما کر ہدایت کی کہ:

’’تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور ان کی روش پر غائر نظر ڈالو۔ (سیر الصحابہ خلفائے راشدین ص ۳۳۱)‘‘

اس طرح تمام عمال کی رپورٹ لیتے رہتے تھے اور جہاں کسی میں ذرا سی غفلت پاتے فوراً باز پرس کرتے۔ اس باب میں رو ورعایت کے قائل نہیں تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

’’ایک دفعہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچ سو لونڈی اور غلام خرید کر آزاد کئے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ اس رقم کا مطالبہ کیا۔(ایضاً ص ۲۴۵)‘‘

پھر یہ بھی کمال تھا کہ آپ اس باب میں اپنے اور غیر کی تمیز قطعاً نہیں فرماتے تھے۔ اعزا و اقارب کے ساتھ بھی سختی سے نہیں چوکتے تھے۔

بایں ہمہ سختی رعایا کے حق میں نرم تھے اور ان کے باب میں اسی نرم خوئی کو پسند فرماتے تھے۔ لکھا ہے کہ:

’’رعایا کے فلاح و بہبود کا خاص خیال تھا۔ چنانچہ معذور اور نادار آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کی سختی نہیں کی جاتی تھی۔ حضرت علیؓ کا وجود رعایا کے لئے آیہ رحمت تھا۔ بیت المال کے دروازے غرباء اور مساکین کے لئے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی۔ نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کردی جاتی تھی۔‘‘

’’ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا۔ ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بارہا بغاوتیں ہوئیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا۔ یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہوکر کہتے تھے کہ خدا کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی۔‘‘

چنانچہ حضرت علیؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

’’خارجیوں کی سرکوبی اور ان سبائیوں کو جو شدت غلو میں جناب مرتضیٰ کو خدا کہنے لگے تھے سزا دینا بھی دراصل مذہب کی ایک بڑی خدمت تھی۔‘‘

حضرت علیؓ فیصلے اور قضا میں مہارت رکھتے تھے۔ مجرم اور گواہوں سے جرح بھی کرتے تھے۔ چنانچہ کتابوں میں مذکور ہے کہ:

’’ایک دفعہ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے۔ آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر تمہاری گواہی جھوٹی نکلی تو میں یہ سزا دوں گا اور یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ اس کے بعد کسی دوسرے کام میں مصروف ہوگئے۔ اس سے فراغت کے بعد دیکھا تو دونوں گواہ موقع پاکر چل دیئے تھے۔ آپ نے ملزم کو بے قصور پاکر چھوڑ دیا۔‘‘

اس زمانہ میں بھی ضرورت ہے کہ جھوٹے گواہوں کے لئے ایسی دفعہ رکھی جائے جو اس کو جھوٹی گواہی پر دھمکی دے اور جن لوگوں نے جھوٹی گواہی کو پیشہ بنالیا ہے وہ اس سے نجات پائیں۔ کیونکہ آج کل گواہ تو یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہمیں یا جو ہوگا وہ مدعی یا مدعاعلیہ کو۔ ہمیں تو پوری کچوری ملنی ضروری ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں آپ کو بڑی سوجھ عطا فرمائی تھی۔ ایک دلچسپ مقدمہ ملاحظہ فرمایئے:

’’دو شخص (غالباً مسافر) تھے۔ ایک کے پاس تین روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس پانچ روٹیاں تھیں۔ دونوں مل کر ایک ساتھ کھانے کو بیٹھے تھے کہ ایک تیسرا مسافر بھی آگیا۔ وہ بھی کھانے میں شریک ہوا۔ کھانے سے جب فراغت ہوئی تو اس نے آٹھ درہم اپنے حصے کی روٹیوں کی قیمت دی اور آگے بڑھ گیا۔ جس شخص کی پانچ

روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو اس کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دینے چاہے۔ مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔

یہ معاملہ عدالت مرتضوی میں پیش ہوا۔ حضرت علیؓ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کرلو۔ اس میں زیادہ تمہارا ہی نفع ہے۔ لیکن اس نے کہا حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہئیں۔ اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر رہ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے۔ تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ۔ تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر کا حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کئے جائیں تو نو ٹکڑے ہوتے ہیں اور تمہارے رفیق کی پانچ روٹیوں کے تین ٹکڑے کئے جائیں تو پندرہ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تم اپنے نو ٹکڑوں اور اس کے پندرہ ٹکڑوں کو جمع کرو تو چوبیس ٹکڑے ہوتے ہیں۔ تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے پڑتے ہیں۔ تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیئے۔ اس لئے آٹھ درہم میں سے ایک کے تم اور سات کا وہ مستحق ہے۔''

(سیر الصحابہ۔ خلفائے راشدین ص ۳۴۵)

اس طرح کے واقعات بتلاتے ہیں کہ حضرت علیؓ بڑے ذہین اور دوراندیش بزرگ تھے۔ ہر ایک مسئلہ کی تہ تک پہنچنے کی سعی کرتے تھے اور جو معاملہ سامنے آتا تھا اس کا انصاف خوب ہی کرتے تھے۔ دور خلافت میں بیت المال کی چیزوں کو جس طرح رکھا اور صرف کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت علیؓ کو امانت و دیانت کے خلاف کوئی کام پسند نہیں تھا۔

حضرت ام کلثومؓ کا بیان ہے کہ: ''ایک دفعہ نارنگیاں آئیں۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے ایک نارنگی اٹھالی۔ جناب امیرؓ نے دیکھا تو ان سے لے کر لوگوں میں تقسیم کردی۔''

مال غنیمت کی تقسیم میں برابری کے باوجود قرعہ ڈلواتے۔ تاکہ اگر خدانخواستہ کوئی کمی بیشی رہ جائے تو آپ اس سے بری ہوجائیں۔ ان کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ: ''ایک دفعہ اصفہان سے مال آیا۔ اس میں ایک روٹی بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کئے اور قرعہ ڈال کر تقسیم کیا۔'' خلیفہ راشد کی غذا بھی معمولی تھی۔ لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ عبداللہ بن زریر نام ایک صاحب شریک طعام تھے۔ دسترخوان پر کھانا نہایت معمولی اور سادہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین! آپ کو پرندے کے گوشت سے شوق نہیں ہے؟۔ فرمایا ابن زریر! خلیفہ وقت کو مسلمانوں کے مال میں صرف دو پیالوں کا حق ہے۔ ایک خود کھائے اور اہل وعیال کو کھلائے اور دوسرا خلق خدا کے سامنے پیش کردے۔''

آپ کو یقین ہوگا کہ خلیفۃ المسلمین ایک بڑی سلطنت کا فرمانروا اور لوگوں کا محبوب خلیفہ ہے اور اس کے

گھر میں فاقہ ہوا اور یہی نہیں یہ فاقہ اتنا شدید ہو کہ اس کو تلوار بیچنی پڑے۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ: ''در دولت پر نہ کوئی حاجب تھا نہ دربان، نہ امیرانہ کروفر، نہ شاہانہ تزک واحتشام اور عین اس وقت جب قیصر وکسریٰ کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر وجواہر اگل رہی تھی اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور اس پر فیاضی کا یہ حال تھا کہ داد ودہش کی بدولت کبھی فقر وفاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ ایک دفعہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری تلوار کا کون خریدار ہے؟۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ایک تہبند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین! میں تہبند کی قیمت قرض دیتا ہوں۔''

ایام خلافت میں حضرت علیؓ کا کیا لباس تھا۔ سنئے: ''ایام خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی۔ عموماً چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتہ پہنتے اور معمولی کپڑے کی تہبند باندھے بازار میں گشت کرتے پھرتے۔ اگر تعظیماً کوئی پیچھے ہو لیتا تو منع فرماتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔'' حضرت علیؓ کے لباس کے متعلق دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

''کرتے کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ اکثر آدھے ہاتھ کھلے رہتے تھے۔ تہبند بھی نصف ساق تک ہوتی تھی۔ کبھی صرف ایک چادر اور تہبند پر قناعت کرتے اور اسی حالت میں فرائض خلافت ادا کرنے کے لئے کوڑا لے کر بازار میں گشت کرتے نظر آتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ لوگوں نے اس کے متعلق عرض کیا تو فرمایا یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں۔'' واقعہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ شروع ہی سے خداترس اور خوددار انسان تھے۔ اپنے راست وبازو کی کمائی سے زندگی گزارنا پسند فرماتے تھے۔ ان کا خود بیان ہے کہ:

''مدینہ میں ایک مرتبہ مجھ کو سخت بھوک لگی۔ کھانے کو کچھ نہ تھا۔ اس لئے حوالیٔ مدینہ میں مزدوری کی تلاش میں نکلا۔ ایک عورت ملی جس نے ڈھیلے اکٹھے کئے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً وہ ان کو بھگونا چاہتی ہے۔ چنانچہ میں ہر ڈول پر ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول پانی بھرے۔ جس سے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ اس نے مجھے سولہ کھجوریں گن کر دیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے ان کھجوروں کو میرے ساتھ کھایا۔''

جس کا خون اور گوشت وپوست ایسی حلال غذا سے تیار ہوا ہو اس کے دل ودماغ اور غور وفکر کیا کہنا۔ ہمارے اس زمانہ میں حکمران طبقہ کے برے ہونے کی ایک وجہ یہ بھی کہ ان کی پرورش ہی ان مالوں سے عموماً ہوتی ہے جو یا تو ناجائز ہوتا ہے یا اس میں ناجائز کی آمیزش ہوتی ہے اور یہ ایک اٹل بات ہے کہ حرام غذا سے انسان میں صالح قلب ودماغ جنم نہیں لے سکتا۔ اس غربت میں غریبوں کا درد جو دل میں رکھتے ہیں اسے ملاحظہ فرمائیں۔ بخاری کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

''ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑی سی کھجوریں مزدوری میں حاصل کیں۔ صبح کے وقت گھر تشریف لائے۔ اس میں ایک تہائی پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ ابھی پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی۔

حضرت علیؓ نے سب اٹھا کر اس کو دے دیا اور پھر بقیہ میں سے دوسرے ثلث (تہائی) کے پکنے کا انتظام کیا۔ لیکن تیار ہوا کہ ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا۔ اسے بھی اٹھا کر اس کی نظر کیا۔ اسی طرح تیسرا حصہ بھی جو بچ رہا تھا پکنے کے بعد مشرک قیدی کی نظر ہو گیا اور یہ مرد خدا رات بھر کی مشقت کے باوجود دن کو فاقہ مست رہا۔

ایسا آدمی جب کبھی بھی ملک اور قوم کی تکیل تھامے گا اس سے ''خیر'' کے سوا ''شر'' نہیں ہو سکتا۔

آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ حضرت علیؓ نے ابن ملجم کے ساتھ بھی حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی جو آپ کا سب سے بڑا دشمن اور قاتل تھا۔ ارشاد فرمایا کہ: ''اس سے معمولی طور پر قصاص لینا۔ مثلہ نہ کرنا۔''

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب وہ آپ کے سامنے لایا گیا تو فرمایا کہ: ''اس کو اچھا کھانا کھلاؤ۔ اس کو نرم بستر پر سلاؤ۔''

ایک اور واقعہ سنا کر اس داستان کو ختم کرتے ہیں۔ حضرت مولانا حاجی معین الدین یہ واقعہ ''ازالۃ الخفاء'' للشاہ ولی اللہ دہلوی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ:

''حضرت معاویہؓ نے ضرار اسدی سے کہا کہ مجھ سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین! اس سے مجھے معاف فرمائیے۔ حضرت معاویہؓ نے اصرار کیا۔ ضرار بولے کہ اگر اصرار ہے تو سنئے۔ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر جانب سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا۔ ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے۔ رات اور رات کی وحشت ناکی سے انس رکھتے تھے۔ بڑے رونے والے تھے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا کھانا پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ ہمارا جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ باوجودیکہ اپنی خوش خلقی سے ہم کو اپنے قریب کر لیتے تھے اور وہ خود ہم سے قریب ہو جاتے۔ لیکن اس کے باوجود خدا کی قسم ان کی ہیبت سے ہم ان سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے۔ ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مارگزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

''اے دنیا! مجھ کو فریب نہ دے۔ دوسرے کو دے۔ تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے۔ افسوس! افسوس! میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ جس سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ! زادراہ کم اور سفر دور دراز کا ہے۔ راستہ وحشت خیز ہے۔''

یہ سن کر حضرت معاویہؓ رو پڑے اور فرمایا کہ: ''خدا ابوالحسن (علیؓ) پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔''

۲۰ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ابن ملجم نے زہر بجھی تلوار آپ کو ماری اور اسی روز جمعۃ المبارک کی رات کو آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ عنہ!

# صحابی رسول ﷺ سیدنا نعمان بن بشیرؓ!

جناب عبداللہ فارانی

چھوٹے سے ایک بچے کی حالت عجیب تھی۔ وہ اکثر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا۔ بہت شوق سے آپ ﷺ کی باتیں سنتا۔ حضور نبی کریم ﷺ وعظ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو وہ منبر کے قریب ہو جاتا۔ نہایت غور سے آپ ﷺ کا وعظ سنتا۔ ان باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرتا۔ وہ آپ ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتا۔ رمضان المبارک کی راتوں میں جاگ کر عبادت کیا کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کو بھی اس سے بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ اس پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس طائف سے انگوروں کا تحفہ آیا۔ یہ بچہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس ہی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اسے انگوروں کے دو خوشے دیئے اور فرمایا کہ: ''بیٹا! ایک خوشہ تمہارا ہے۔ ایک تمہاری والدہ کا۔ گھر جا کر انہیں دے دینا۔'' حضرت نعمانؓ آخر بچے تھے۔ راستے میں اپنا خوشہ کھانے لگے۔ مزا آیا تو والدہ والا خوشہ بھی کھا گئے۔ والدہ سے انگوروں کا ذکر تک نہ کیا۔ ایک دو روز بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: ''بیٹا! اپنی والدہ کو انگوروں کا خوشہ دیا تھا؟''

یہ بچے ضرور تھے۔ لیکن رہتے تھے حضور ﷺ کی صحبت میں۔ طبیعت میں سچائی موجود تھی۔ فوراً بولے کہ: 'اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ دونوں خوشے میں نے خود ہی کھا لئے تھے۔''

حضور ﷺ مسکرا دیئے۔ اس بچے کا نام نعمانؓ تھا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان ذحارث سے تھا۔ والد کا نام بشیر بن سعد تھا۔ دو ہجری میں غزوہ بدر سے تین چار ماہ پہلے پیدا ہوئے۔ آنکھ کھولی تو گھر میں اسلام کے جلوے دیکھے۔ ان کے والد بشیر بن سعدؓ انصار میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بہت شیدائی تھے۔ نبوت کے تیرھویں سال جو بڑی بیعت ہوئی اس میں شریک تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احزاب اور دوسرے تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ خلافت کے مسئلے میں انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں حمایت کی اور سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے والے انصار میں شامل ہوئے۔

حضرت نعمانؓ کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہؓ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی بہن تھیں۔ یہ عبداللہ بن رواحہؓ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ انہیں اپنے بیٹے نعمانؓ سے بہت محبت تھی۔ ہجرت نبوی کے بعد یہ پہلے بچے ہیں جو کسی انصاری کے گھر پیدا ہوئے۔ والد انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جاتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۸ سال ۷ ماہ تھی۔ اتنی کم عمر میں بھی انہیں کو رسول اللہ ﷺ کے بہت سے ارشادات یاد تھے۔

تاریخ کی کتب میں حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر حضرت عثمانؓ تک کے دور میں ان کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ البتہ اتنا ذکر آتا ہے کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت پر بہت صدمہ ہوا۔ وہ حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ اور ان کی

زوجہ محترمہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس دمشق لے گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی بہت عزت کی۔ اپنے دور میں انہیں کئی عہدوں پر مقرر فرمایا۔ ۵۳ ہجری میں دمشق کا قاضی مقرر فرمایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یمن کا امیر مقرر فرمایا۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں کوفے کے اہم صوبے کا والی مقرر کیا۔ وہ اس عہدے پر مقرر تھے کہ ۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ انتقال کر گئے۔ ان کے بعد یزید حکمران ہوا۔ اس نے ان کی جگہ عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔

انہی دنوں کربلا میں حضرت حسینؓ کی شہادت کا جگر پاش سانحہ پیش آیا۔ اس قافلے کے جو لوگ بچ گئے تھے یعنی خواتین اور بچے انہیں دمشق لایا گیا۔ یزید نے دمشق سے انہیں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حفاظت میں مدینہ منورہ روانہ کیا۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے جہاں تک ہو سکا ان مصیبت زدہ افراد کی مدد کی۔ ان کے آرام کا خاص خیال رکھا۔ انہیں کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔ قافلہ جہاں قیام کرنا چاہتا تھا یہ اس پر اعتراض نہیں کرتے تھے۔ پردے کے خیال سے اپنی ساتھیوں کو لے کر ایک طرف ہو جاتے تھے۔ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت زینب بنت علیؓ اور فاطمہ بنت علیؓ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کے اچھے سلوک کی تعریف کی۔ اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر انہیں پیش کئے اور کہا کہ: ''ہمیں افسوس ہے کہ اس وقت ہمارے پاس ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں جو آپ کو دے سکیں۔''

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بولے کہ: ''اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹیو! اللہ کی قسم میں نے جو کچھ کیا اللہ کی رضا کے لئے کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا آپ سے جو تعلق ہے اس کی بنا پر کیا۔ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے نہیں کیا۔ یہ زیور اپنے پاس ہی رکھیں۔ میں اپنا اجر ضائع نہیں کروں گا۔ اللہ کے لئے انہیں پاس رکھئے۔''

یزید کی موت کے بعد ۶۴ ہجری میں حضرت نعمان بن بشیرؓ مکہ آگئے۔ اس وقت مکہ پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خود مختار حکومت تھی۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے ان کی بیعت کر لی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے انہیں حمص کا حاکم مقرر فرمایا۔ ۶۵ ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مخالف ایک گروہ نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بہت نرم مزاج تھے۔ سخی تھے۔ بردبار اور عبادت گزار تھے۔ مورخ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ جب وہ حمص کے والی تھے تو ایک مشہور شاعر اعشیٰ ہمدانی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ مجھ پر قرض ہے۔ قرض ادا کرنے میں میری مدد کریں۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے اس کہا کہ: ''اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' اعشیٰ یہ سن کر بہت مایوس ہوا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کو اس پر ترس آگیا۔ کچھ دیر سوچا پھر لوگوں کو جمع کیا اور ان سے بولے کہ:

''لوگو! اعشیٰ ہمدانی تمہارے پاس آئے ہیں۔ تمہارے چچا زاد ہیں۔ مسلمان ہیں۔ اعلیٰ حسب نسب کے ہیں۔ زمانے کی گردش نے انہیں محتاج کر دیا ہے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے۔''

تمام حاضرین نے کہا کہ: ''جو آپ فرمائیں۔ ہم کرنے کے لئے تیار ہیں۔''

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا کہ: ''نہیں! میں کوئی حکم نہیں دوں گا۔ تم خود ان کی مدد کی کوئی صورت

نکالو۔‘‘اس طرح اعشیٰ کے پاس دس ہزار دینار جمع ہوگئے۔اعشیٰ نے حضرت نعمانؓ کی تعریف میں اشعار پڑھے۔
علم وفضل کے اعتبار سے نعمان بن بشیرؓ بلند مرتبہ تھے۔ان کا حافظہ بہت تیز تھا۔جو کچھ حضورﷺ کی زبانی بچپن میں سنا سب انہیں یاد تھا۔حضور نبی کریمﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے علم حاصل کیا۔حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے بھی احادیث سنیں۔
حضرت نعمان بن بشیر مختلف صوبوں کے والی رہے۔اس دوران انہیں مقدمات کے فیصلے کرنے پڑتے۔
سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ فیصلے کرتے وقت حضورﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھتے تھے۔حدیث کا حوالہ دیا کرتے تھے۔کبھی کوئی حدیث بیان کرتے وقت کانوں کو ہاتھ لگا کر فرمایا کرتے تھے کہ:’’میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے۔‘‘اللہ ان سے راضی ہو۔

## مولانا عبدالعلیم چنہ کا وصال

سندھ کے معروف عالم دین، استاذ العلماء، عالم باعمل مولانا عبدالعلیم چنہ مختصر علالت کے بعد انتقال کرگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!مولانا عبدالعلیم مرحوم نے تقریباً نصف صدی سے زائد علوم دینیہ کی خدمت کی۔قطب عالم مولانا حماداللہ ہالیجویؒ کے حکم پر سندھ کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ حمادیہ مدینۃ العلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔مرحوم کا جنازہ بھی اسی جامعہ سے اٹھا۔ان کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔سندھ کے جید علمائے کرام ومفتیان عظام کا شماران کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔حضرت موصوف کا جنازہ پنوں عاقل میں تاریخی جنازہ تھا۔نماز جنازہ کی امامت مولانا عبدالصمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ ہالیجی شریف نے کی۔سندھ بھر سے علماء، صلحاء اور مسلمانوں نے دوردراز سے شرکت کی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی مولانا محمد حسین ناصر مبلغ سکھر نے کی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے علمی صدقہ جاریہ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے۔آمین!قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

## خانقاہ سراجیہ کے مدرس جناب قاری ریحان اللہ کو صدمہ

مدرسہ عربیہ سعیدیہ خانقاہ سراجیہ کے مدرس جناب قاری ریحان اللہ کو گزشتہ دنوں ایک صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ان کے حقیقی چچا رائے عرفان خان کمالیہ میں انتقال کرگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!مرحوم تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے اور اصلاحی بیعت کا تعلق شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے تھا۔جو کوئی پریشان حال اپنی پریشانی کا تذکرہ کرتا اس کو حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں روانہ کردیتے۔خود بھی پابندی سے اپنی اصلاح کے لئے خانقاہ شریف حاضر ہوتے۔انتقال سے کچھ دیر قبل دل کی تکلیف محسوس ہوئی۔صاحبزادگان ڈاکٹر کو بلا کر لائے تو فرمانے لگے بس ڈاکٹر صاحب چھوڑیئے آپ کلمہ سنائیں۔ڈاکٹر صاحب جاننے والے تھے۔انہوں نے کلمہ سنایا اور پھر فرمانے لگے کہ میرا بھی کلمہ شہادت سنئے۔بس کلمہ شہادت سنایا اور روح پرواز کرگئی۔اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں سے اپیل ہے کہ جناب رائے صاحب کی درجات کی بلندی کی دعا کریں۔

# حضرت حمزہؓ!

مولانا عبدالرحیم

حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی۔ حضرت حمزہؓ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی ہالہ بنت اہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔ حضرت حمزہؓ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔

حضرت حمزہؓ ۶ نبوۃ مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دن ابوجہل صفا پہاڑ کے قریب آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ ﷺ کو برا بھلا کہا۔ ایذا پہنچائی اور اسلام پر کیچڑ اچھالا۔ حضرت حمزہؓ کو ایک باندی نے صورت حال سے اطلاع دی تو آپ فوراً ابوجہل کی تلاش میں نکلے۔ جونہی ابوجہل کے سر پر پہنچے۔ قوس بلند کی اور ابوجہل کے سر پر دے ماری۔ جس سے ابوجہل شدید زخمی ہوا۔ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی امداد کے لئے اٹھے اور حضرت حمزہؓ سے کہنے لگے کہ ہمیں محسوس ہوتا کہ آپ بھی صابی ہوگئے ہیں (حضور ﷺ پر ایمان لانے والے کو صابی یعنی بے دین کہا کرتے تھے۔ العیاذ باللہ) حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ: ''کون ہے جو مجھے مسلمان ہونے سے روکے۔ جبکہ میرے لئے یہ بات روشن ہوچکی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ جل مجدہ کے رسول ہیں اور وہ حق کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ جو فرماتے ہیں وہ سچ ہوتا ہے۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ۔''

اسلام لانے کے موقع پر حضرت حمزہؓ نے چند اشعار بھی کہے۔ تبرکاً ابتدائی دو شعر حاضر خدمت ہیں

حمدت اللہ حین ھدی فؤادی
الی الاسلام والدین الحنیف

لدین جاء من رب عزیز
خبیر بالعباد بھم لطیف

ابوجہل نے بنی مخزوم کے افراد کو روکا۔ جب قریش کو حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی سہم گئے اور آنحضرت ﷺ سے متعلق کہنے لگے کہ: ''اب یہ عزت پاگئے۔''

ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ اپنے گھر لوٹے تو شیطان آپہنچا اور حضرت حمزہؓ سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ تو قریش کے سردار ہیں۔ آپ نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ کر جو بے دین کی اتباع اختیار کرلی ہے۔ اتنا برا کیا ہے کہ تمہارا مر جانا بہتر تھا۔ مگر ایسا نہ کرتے۔ ساری رات وساوس میں شیطان نے مبتلا رکھا۔ صبح حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام صورت حال بیان کی۔ آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی تو حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ سچے رسول ہیں اور مجھے پوری دنیا سے عزیز ترین چیز دین ہے۔ میں اس کی سربلندی کے لئے سرتوڑ کوشش کروں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔

جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت حمزہؓ نے بھی ہجرت فرمائی۔ مدینہ

طیبہ پہنچے۔ کلثوم بن الہدمؓ کے ہاں ٹھہرے۔ حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور حضرت حمزہؓ کے درمیان مواخات کا تعلق قائم فرمادیا۔ ابن رومان فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے مدینہ پاک آکر سب سے پہلے فوجی دستہ (جو۳۰ افراد پر مشتمل تھا) کا سپہ سالار حضرت حمزہؓ کو بنایا۔ علم اسلام انہیں دے کر آنحضرت ﷺ نے قریش کے تین سو کے قافلہ کی طرف بھیجا جو شام سے مکہ مکرمہ لوٹ رہا تھا۔ یہ شان حضرت حمزہؓ کی ہے۔ یہ نصیب ان کے تھے۔ اللہ جل مجدہ کی طرف سے جہاد کی اجازت ہوئی۔ آغاز جہاد جس لشکر اسلام کی مختصر جماعت سے ہورہا ہے اس کی قیادت پر حضرت حمزہؓ فائز ہیں۔

اور یہ بھی عجیب حسن اتفاق ہے بلکہ رب کائنات کی طرف سے اعزاز ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ اسلام کا پہلا جہاد جو حضور اکرم ﷺ کی نگرانی میں ہونا ہے۔ دونوں طرف سے فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔ سیدالانبیاء ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی جماعت دعاؤں میں مصروف ہے کہ مشرکین سے اسود بن عبدالاسد المخزومی مشرک نے کہا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض تک پہنچوں گا اور وہاں سے بہرصورت پانی لوں گا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اسود انتہائی مغرور، بداخلاق اور سرکش کافر تھا۔ جونہی وہ اپنے غرور میں مسلمانوں کے حوض کی طرف بڑھا حضرت حمزہؓ آگے بڑھے، مقابلہ ہوا۔ مشرک کو اس کے غرور سمیت جہنم رسید کیا اور یوں اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلا مشرک میدان جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں جو مرا اس کو مارنے کا اعزاز حضرت حمزہؓ حاصل کر کے سب سے سبقت لے گئے۔

باقاعدہ جہاد شروع ہوا۔ مبارزت کے لئے کفار کی طرف سے تین افراد عتبہ، شیبہ اور ولید بڑھے۔ آنحضرت ﷺ کو مقابلہ کے لئے پکارا۔ حضور ﷺ نے لشکر اسلام سے جن تین افراد کو مقابلہ کے لئے منتخب فرمایا ان میں سے ایک حضرت حمزہؓ تھے، دوسرے حضرت علیؓ اور تیسرے، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ میدان بدر میں آگے بڑھے اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کافر شیبہ سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک ہی وار میں کافر کا کام تمام کیا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حمزہؓ کو بلاؤ۔ میں نے دیکھا کہ سب مسلمانوں سے آگے کفار کی صفوں میں گھس کر لڑ رہے تھے۔ آپ نے خوب شجاعت دکھائی۔ بہت کافر آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ میدان بدر میں آپ نے اپنے سینے پر شتر مرغ کے پر سجا رکھے تھے۔ شجاعت، تیزی اور جرأت کو دیکھ کر امیہ بن خلف نے حضرت حمزہؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ کون ہے جس نے شتر مرغ کے پروں کا جھنڈا لگا رکھا ہے۔ اس نے ہم پر بڑے ستم ڈھائے ہیں۔ میدان بدر ہی میں جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی بھی مارا گیا تھا۔ جس کا جبیر بن مطعم کو بہت صدمہ تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب کفار کی فوج مسلمانوں کے خلاف میدان احد کی طرف روانہ ہورہی تھی تو جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی کو بلایا اور کہا کہ:

’’اخرج مع الناس فان انت قتلت عم محمد بعمی طعیمة بن عدی فانت عتیق‘‘ یعنی اے وحشی! تو بھی جا۔ اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کو میرے چچا کے بدلے میں مار ڈالا تو تو آزاد ہے۔

وحشی جس کی کنیت ابودسمہ تھی کہتے ہیں کہ جب ہم مقام احد پر پہنچے تو ہندہ، عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی بھی اپنے

والد عتبہ بن ربیعہ کے غزوہ بدر میں مارے جانے کا دکھ لئے ہوئے جوش انتقام میں سرگرداں تھی۔ جب بھی میرے پاس سے گزرتی یا میں اس کے پاس سے گزرتا تو مجھے اکساتی اور کہتی کہ:''ابادسمة! اشف واشتف ابودسمة'' شفادے شفاپا! یعنی ہمارے بدلے لے اور طوق غلامی سے نجات حاصل کر۔

یہ وحشی بعد میں مسلمان ہوگئے تھے اور مقام صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ کے متعلق صاحب طبری لکھتے ہیں کہ:''وكانت قد نذرت لئن قدرت على الحمزة بن عبدالمطلب لتاكلن من كبده ''یعنی ہندہ بنت عتبہ نے نذر مانی تھی کہ اگر (حضرت) حمزہ بن عبدالمطلب تک رسائی پائی گئی تو اس کا کلیجہ ضرور کھاؤں گی۔

حضرت عمیر بن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ حضورﷺ کے سامنے کفار کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں تلواریں اٹھائے خوب بہادری کے ساتھ جہاد میں مصروف تھے۔ ادھر وحشی پتھروں میں چھپ کر بزدلانہ حملہ کرنے کے لئے موقع پانے کی انتظار میں تھا۔ وحشی کا بیان ہے کہ حضرت حمزہؓ اس طرح مست ہوکر جہاد میں مصروف تھے جیسے خاکستری اونٹ جس طرف بھی رخ کرتے کفار کو پسپا کرتے چلے جاتے۔ بالآخر میری زد تک آپہنچے۔ میں نے نشانہ لگایا۔ میرا نیزہ ناف کے نیچے جسم مبارک پر لگا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس طرح حضرت حمزہؓ شہادت پاگئے۔ انا للہ وانا الیه راجعون!

بناکردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاك طینت را

حضرت حمزہؓ نے احد کے میدان میں ۳۱ کافروں کو قتل کیا تھا۔ کفار نے حضرت حمزہؓ کا سینہ مبارک چاک کیا۔ دل نکالا، جگر نکالا، ناک، کان وغیرہ کاٹے۔ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ نے اپنی نذر کے مطابق جگر کو کھانا شروع کیا۔ مگر جتنی کوشش کی وہ نگل نہ سکی۔ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ میرے چچا کے جگر کو کھا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے چچا حمزہؓ کے گوشت کے ذرات تک کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ پر حرام کردیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسﷺ اپنے شہید چچا کی میت پر اس مغموم حالت میں قیام فرماتے تھے کہ ایسا مغموم آنحضرتﷺ کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ چچا سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:''رحمة الله عليك يا عم فانك كنت وموﻻ للرحم فعوﻻ للخيرات ''خدا کی رحمتیں ہوں آپ پر۔ آپ قرابت کا خوب حق ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ تمام شہدائے کرام کی لاشوں پر کھڑے ہوکر فرمارہے تھے کہ انہیں خون آلود حالت ہی میں کفنادو۔ میں ان کی شہادت پر گواہ ہوں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں جب حاضر ہوں گے، خون آلود حالت میں ہوں گے۔ رنگ خون کا ہوگا مگر اس کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔ آپﷺ نے حضرت حمزہؓ کو سیدالشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔

ابن ہشام کی روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خبر دی کہ

آسمان والوں نے حضرت حمزہؓ کو اسد اللّٰہ واسد رسولہ کا لقب دیا ہے۔

حضرت صفیہؓ (حضور اقدس ﷺ کی پھوپھی، حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن اور حضرت زبیرؓ کی والدہ) اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی شہادت کا سن کر تیزی سے کفن کی دو چادریں اٹھائے میدان احد کی طرف تشریف لا رہی ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ وہ عورت تیزی سے آ رہی ہے۔ اسے روکو۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تو پہچان لیا تھا۔ میں آگے بڑھا۔ والدہ کو روکا۔ طاقت ور عورت تھیں۔ مجھے مکہ رسید کیا اور اپنے راستے سے ہٹا کر آگے کو چل دیں۔ میں نے فوراً کہا کہ امی جان! میں اپنی مرضی سے نہیں روک رہا بلکہ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ انہیں روکو۔ یہ سننا تھا کہ فوراً رک گئیں۔ حضور ﷺ سے اجازت طلب کروائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر نہ کر سکو گی۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے فرمان کی تعمیل ہوگی۔ اجازت ملی۔ اپنے بھائی کی میت کو دیکھ کر فرماتی ہیں: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اور ایسا صبر کا مظاہرہ فرمایا جو رہتی دنیا تک یادگار ہے اور امت کے لئے اسوۂ حسنہ۔ فجزاھا اللّٰہ تعالیٰ عنھا احسن الجزا!

شہدائے احد کی نماز جنازہ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا میں ادا ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے خوش نصیب حضرت حمزہؓ تھے جن کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ کے پہلو میں دوسرے شہدا کو لایا جاتا۔ اس طرح ہر ایک کو لاتے اور جنازہ میں شریک دعا ہو رہے ہیں۔ اس طرح شہید پر نماز جنازہ جو ترقی درجات اور اعزاز کے لئے ہوتی ہے ستر مرتبہ حضرت حمزہؓ اس سے فیضاب ہوئے۔

حضرت حمزہؓ جو آپ ﷺ کے چچا بھی تھے۔ رضاعی بھائی، بے تکلف دوست اور جاں نثار صحابی بھی۔ آپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔ اصح روایت کے مطابق صرف دو سال بڑے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام کی زیارت ان کی اصلی شکل میں کرا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''انك لاتستطيع ان تراه'' آپ جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں نہ دیکھ سکیں گے۔ مگر با ایں ہمہ حضرت حمزہؓ کی درخواست اپنی جگہ موجود تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں ایک جگہ بٹھایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو فرمایا کہ نظریں اٹھاؤ اور وہ دیکھو جبرائیل علیہ السلام اصلی شکل میں موجود ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زیارت کی۔ ان کے پاؤں سبز زبرجد کی طرح تھے۔ بے ہوش ہو گئے۔

شہدائے احد کے لئے قبریں تیار کی گئیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی قبر پر حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ قبر میں اترے۔ ان مقدس ہستیوں نے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ حضرت حمزہؓ کو لحد میں اتارا۔ کفن کی ان دو چادروں میں سے جو حضرت صفیہؓ لائی تھیں۔ ایک انصاری صحابی حضرت سہیلؓ کے نصیب میں آئی۔ دوسری سے حضرت حمزہؓ کے جسد اطہر کو ڈھانپا گیا۔ چادر جسد اطہر سے لمبائی میں چھوٹی تھی۔ سر کی جانب سے اس سے اور قدمین مبارکین کو گھاس سے ڈھانپا گیا۔

محارب بن وثار فرماتے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے شہدا پر رو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں ہے۔ جب انصاری صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؓ پر رونے کو کہا۔

عورتوں نے رونا شروع کیا۔ ایک عورت آئی اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر ماتم شروع کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے شیطان کی طرح بعینہ طریقہ اپنایا ہے۔ اس نے بھی زمین پر آ کر ایسا ہی رونا رویا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زور زور سے رونے والا، گردن پیٹنے والا، کپڑے پھاڑنے والا ہم سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ اگلے دن منبر پر تشریف فرما ہو کر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا اور ماتم سے سختی سے روکا۔

علامہ بیہقی دلائل النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ہرگز یہ مقصد نہ تھا۔ میں ماتم کو پسند نہیں کرتا اور عورتوں کو منع فرما دیا۔

علامہ بیہقی، واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہر سال شہدائے احد کی آخری آرام گاہ پر تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اپنے اپنے دور خلافت میں ہر سال شہدائے احد کی قبور پر حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن ابی فروۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لائے۔ فرمایا کہ اللہ! میں تیرا بندہ اور نبی گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب شہید ہیں اور گواہی دیتا ہوں جس نے بھی قیامت تک آنے والی مخلوق سے ان کی زیارت کی اور آ کر سلام کیا یہ اس کو جواب دیں گے۔

عطاف بن خالد فرماتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھے اپنا واقعہ بتایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حمزہؓ کی آخری آرام گاہ پر حاضر ہوئی۔ کوئی وہاں نہ تھا۔ میں نے حاضری دی۔ جب رخصت ہونے لگی السلام علیکم کہا۔ ''فسمعت رد السلام علی یخرج من تحت الارض اعرفه کما اعرف ان اللہ عزوجل خلقنی وکما اعرف اللیل من النهار فاتشعرت کل شعرۃ منی'' میں نے قبر کے اندر سے سلام کا جواب سن کر اس طرح پہچان لیا جیسا بلاشک اپنے رب کو خالق جانتی ہوں اور جیسے رات کو دن سے ممتاز محسوس کرتی ہوں۔ جواب سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

حضرت فاطمہؓ حضرت حمزہؓ کی قبر پر تشریف لایا کرتی تھیں اور بوسیدگی کی شکل میں درست بھی فرمایا کرتی تھیں۔

آج بھی احد پہاڑ کے دامن میں حضرت حمزہؓ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار وہاں حاضری نصیب فرمائے اور حاضری کو ایمان کی سلامتی اور آخرت کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد و آله واصحابه اجمعین!

---

## ختم نبوت کانفرنس ایبٹ آباد

۳؍مئی بعد از مغرب جامع مسجد مرکزی ایبٹ آباد میں حضرت مولانا شفیق الرحمٰن کی زیر صدارت عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ تلاوت مولانا مفتی سیف الرحمٰن نے کی۔ جناب عبدالباسط اور جناب جنید مصطفیٰ نے نظمیں پڑھیں۔ جناب ساجد اعوان سٹیج سیکرٹری تھے۔ مولانا عبدالواحد، مولانا شفیق الرحمٰن مولانا عزیز الرحمٰن ثانی مبلغ مجلس لاہور، مولانا اللہ وسایا کے بیانات ہوئے۔

# علامہ محمد احمد لدھیانویؒ...... حیات وخدمات!

جناب حافظ محمد ثاقب

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ہم زلف اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے نامور شاگرد حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ کے ہاں ۱۹۳۱ء میں لدھیانہ میں ہی ایک نیک بخت، سعادت مند اور بلند اختر فرزند پیدا ہوا جسے ہم علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کے نام سے جانتے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالواسع لدھیانویؒ اور علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کا مجلس احرار اسلام سے سرگرم تعلق رہا ہے۔ وہ مجلس احرار کے مرکزی رہنما مولانا مفتی عبدالواحدؒ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے وقت علامہ محمد احمد لدھیانویؒ دارالعلوم دیوبند میں زیور علم سے آراستہ ہو رہے تھے۔ تقسیم کے بعد انہیں وہ مادر علمی چھوڑ کر پاکستان آنا ہوا تو ان کی علمی پیاس کو جامعہ عباسیہ بہاول پور اور جامعہ عربیہ گوجرانوالہ سے تسکین حاصل ہوئی۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء میں جامعہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی سے دورۂ حدیث کی تکمیل پر سند فراغت حاصل کی اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے علامہ کا امتحان پاس کیا۔ فراغت کے بعد انہوں نے گوجرانوالہ اندرون ایمن آبادی گیٹ حبیب کالج کے نام سے عصری علوم کا ادارہ کھولا اور تازیست مکی مسجد گوبند گڑھ میں خطابت کے فرائض ادا کرتے رہے۔

جنرل ایوب خان کی آمریت کے خلاف تحریک کے دوران جمعیت علمائے اسلام پاکستان کا کردار ایسا بھایا کہ وہ جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہوگئے اور پھر مرتے دم تک جمعیت علمائے اسلام سے وابستگی کے اعزاز کے ساتھ راہی ملک عدم ہوئے۔ علامہ محمد احمد لدھیانویؒ، مولانا احمد سعید ہزارویؒ، ڈاکٹر غلام محمد، مولانا علی احمد جامی، مولانا ابوطاہر عبدالعزیز چشتی، مولانا زاہد الراشدی، علامہ محمد خالد حسن مجددی، مولانا عبدالرحمٰن واصل، حکیم عبدالرحمٰن آزاد، چوہدری غلام نبی امرتسری، مفتی شہر مولانا مفتی عبدالواحد، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور حکیم محمود احمد گوجرانوالہ کی سیاسی اور دینی سرگرمیوں کا مرکز رہے ہیں اور ربع صدی تک گوجرانوالہ پر چھائے رہے ہیں۔

علامہ محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر غلام محمد اور علامہ علی احمد جامی نے مسلک کے تحفظ کے حوالہ سے جو کردار ادا کیا ہے وہ صرف قابل فخر ہی نہیں شاندار بھی ہے۔ وہ ضلعی امن کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے اپنے مسلک کے بے باک اور بے لاگ ترجمان تھے۔ جبکہ وہ اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی سرگرم رہے۔ ان کا منشور اپنا مسلک چھوڑو نہ اور دوسروں کے مسلک کو چھیڑو نہ تھا۔ وہ ساری عمر اسی پر کاربند تھے۔ مگر جب کسی جانب سے مسلک پر حملہ ہوا تو وہ برہنہ تلوار ثابت ہوئے۔ وہ گھنٹوں تقریر کرنے کا ملکہ رکھتے تھے اور ٹیبل ٹاک کے ماہر تھے۔ وہ جمعیت علمائے اسلام گوجرانوالہ کے جنرل سیکرٹری سے لے کر صوبائی نائب امیر تک مختلف حیثیتوں میں سرگرم رہے۔ وہ پاکستان قومی اتحاد گوجرانوالہ، اسلامی جمہوری اتحاد گوجرانوالہ، متحدہ شریعت محاذ گوجرانوالہ، متحدہ دینی محاذ گوجرانوالہ، تحریک نصرت العلوم میں جنرل سیکرٹری سمیت مختلف حیثیتوں میں سرگرم رہے۔

علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ، تحفظ ناموس رسالت ایکشن کمیٹی ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نمایاں قائدین میں سے تھے اور گوجرانوالہ میں ان کی جدوجہد اپنی مثال آپ تھی۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ، ۱۹۷۹ء کی تحریک نفاذ شریعت اور بحالی جمہوریت کی تحریک ۶۹، ۱۹۶۸ء میں جاندار کردار ادا کیا۔ علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کو ان مقاصد کے لئے کئی مرتبہ قید وبند کی صعوبتوں کو بھی جھیلنا پڑا۔ وہ دینی مسلمات اور عقائد پر کسی طرح کے جھکاؤ کے قائل نہ تھے اور کسی کی بڑی سے بڑی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ امریکہ اور یورپ کی طرف سے مسلمانوں کو بنیاد پرست قرار دینے پر انہوں نے بے دھڑک ہوکر بنیاد پرست ملا فورم کی بنیاد رکھی اور اسے متحرک کیا۔ وہ پہلے فرد تھے جنہوں نے بنیاد پرستی کو بطور اعزاز قبول کیا۔

علامہ محمد احمد لدھیانویؒ کچھ عرصہ سے شوگر سمیت مختلف عوارض میں مبتلا تھے۔ پھر حادثہ نے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور ۷۵ سال سے زائد عمر پاکر سفر آخرت پر چلے گئے۔ وہ اکابر کی شاندار روایات کے امین تھے انہوں نے ان روایات کا پرچم ہمیشہ ہی بلند رکھا۔ ان کی جدوجہد، ان کی زندگی اور ان کا کردار ایسا ضوفشاں ہے کہ نئی نسل جب تک اس سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ وہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔

---

## کلمہ شہادت کی طرح عقیدہ ختم نبوت بھی ایمان کا جزو ہے

حضرت زید بن حارثؓ اپنے ایمان لانے کا ایک طویل اور دلچسپ واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جب میں آنحضرتﷺ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتا ہوا آپﷺ کی خدمت میں پہنچا اور مجھے آپﷺ کے پاس دیکھ کر کہا کہ اے زید! اٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہﷺ کے بدلے میں ساری دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ آپﷺ کے سوا کسی اور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے آنحضرتﷺ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے محمدﷺ! ہم آپﷺ کو اس لڑکے کے بدلے میں بہت سے اموال دینے کے لئے تیار ہیں جو آپﷺ چاہیں طلب فرمائیں۔ ہم ادا کردیں گے۔ مگر اس لڑکے کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ آپﷺ نے فرمایا: ''اسئلکم ان تشہدوا ان لا الہ الا اللہ وانی خاتم الانبیاء ورسلہ وارسلہ معکم'' ترجمہ:...... ''میں تم سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں۔ وہ یہ کہ شہادت دو اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں انبیاء ورسل کا ختم کرنے والا ہوں (اس اقرار وایمان کے بدلہ میں) زید کو تمہارے ساتھ کردوں گا۔'' (مستدرک حاکم ص۲۱۴ ج۳)

اس حدیث شریف میں آپﷺ نے عقیدہ ختم نبوت کو کلمہ شہادت کی طرح ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔ اس لئے الاشباہ والنظائر ص۲۹۶ میں ہے: ''اذا لم یعرف الرجل ان محمداﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات'' ترجمہ:...... ''جس شخص کو یہ معلوم نہیں کہ آپﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔''

غرض ایمان کے لئے کلمہ کی طرح ختم نبوت کا اقرار بھی ضروری ہے۔

# مؤذن بارگاہ رسالت ﷺ حضرت بلال حبشیؓ!

جناب عبداللہ البرنی

حضرت بلال حبشیؓ ان مقدس ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے دعوت اسلام کے آغاز میں ہی قبول اسلام کی سعادت حاصل کی۔ ان کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آبائی وطن حبشہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کو حبشی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

قیامت تک اذان کی آواز اس موذن رسول ﷺ کی یاد دلاتی رہے گی۔ حضرت بلال حبشیؓ سید عالم ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنے والے تھے۔ مہمانان رسول ﷺ کی ضیافت اور میزبانی بھی ان کے ذمے تھی۔

ان کے بہت سے فضائل حدیث وسیرت کی کتابوں میں منقول ہیں۔ جب حضرت بلال حبشیؓ نے اسلام قبول کیا تو کفار مکہ نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ مشہور کافر امیہ بن خلف ان کو دوپہر کے وقت سخت گرمی کے موسم میں تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور یوں کہتا کہ تو اسی طرح پتھر کے نیچے دبا پڑا رہے گا۔ یہاں تک کہ تجھے موت آجائے یا محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کردے اور دوبارہ لات وعزیٰ کی پوجا شروع کردے۔ حضرت بلال حبشیؓ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ ہوتی۔ بلکہ جواب میں فرماتے احد، احد، یعنی معبود برحق ایک ہی ہے۔ میں اپنے خالق ومالک کو چھوڑ کر تمہارے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہیں کرسکتا۔

حضرت بلال حبشیؓ کو یہ سزا دینے کے بعد مکے کے اوباش لڑکوں کے حوالے کردیا جاتا۔ وہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر چکر دیتے تھے۔ صرف اس جرم کی سزا میں کہ انہوں نے دین حق قبول کرلیا تھا اور بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ ان تکلیفوں کے بعد رات کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا اور کوڑے لگائے جاتے۔ اگلے دن پھر گرم زمین پر لٹا کر ان کی چوٹوں اور زخموں کو ہرا کیا جاتا تھا۔ لیکن ان کی زبان پر یہی رٹ تھی ''احد، احد'' بعض مرتبہ ان کو اتنا مارا پیٹا جاتا تھا کہ ہر مارنے والا اپنا پورا زور ختم کردیتا۔ لیکن ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ یہ سب روایات الاستیعاب، الاصابہ اور حکایات صحابہ سے نقل کی گئی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ ظلم دیکھا نہ جاتا تھا۔ انہوں نے امیہ بن خلف کو خوف خدا دلایا اور نصیحت کی اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔ لیکن اس بدبخت پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدنے کی پیشکش کی تو امیہ بن خلف نے ان سے بہت بھاری معاوضہ طلب کیا جس کو صدیق اکبرؓ نے رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لئے بخوشی منظور فرمالیا اور حضرت بلالؓ کو اس سے خرید کر آزاد فرمادیا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں مارا پیٹا جاتا تھا اور اذیتیں دی جاتی تھیں۔ ہجرت کے بعد جب سید عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی تو حضرت بلالؓ کو حضرت عبیدہؓ بن الحارث کا بھائی بنادیا تھا۔ (الاستیعاب)

غزوۂ بدر میں امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کے ہاتھوں قتل ہوا اور نہایت ذلت ورسوائی کی موت مرا۔ اس کی

لاش دیگر کفار کے سرداروں کے ساتھ ایک بدبودار کنویں میں ڈال دی گئی۔ سوامیہ بن خلف کو پہلے اپنے مقتول ہونے کا ڈر تھا۔ اس وجہ سے وہ جنگ سے جان چرا رہا تھا۔ لیکن ابوجہل اس کو بزدلی کے طعنے دے کر مقتل تک کھینچ لایا۔ بالآخر دونوں بدبخت اپنے انجام کو پہنچے۔ ہر ظالم و جابر کا انجام عبرت ناک ہوتا ہے۔

## اذان کی ابتداء

۲ ہجری میں اذان کی ابتداء ہوئی تو سید عالم ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کو موذن مقرر فرمایا۔ ایک وہ دن بھی تھا جب اللہ رب العزت کا نام لینے پر ان کو سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں اور اب وہ ببانگ دہل دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعلان کرتے تھے۔ اذان اتنی فضیلت والی چیز ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کاش یہ سعادت میرے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ کے نصیب میں آتی۔ (جمع الفوائد)

اذان کے علاوہ بھی جب کوئی اہم اعلان کرانا ہوتا تو آنحضرت ﷺ حضرت بلالؓ کو ہی یہ ڈیوٹی سونپتے تھے۔ سفر و حضر میں حضرت بلالؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب مکہ معظمہ فتح ہوا اور سید عالم ﷺ کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو اس وقت بھی حضرت بلالؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ (مسند امام احمد)

حضور اقدس ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت بلالؓ کے لئے مدینہ منورہ میں رہنا دشوار ہوگیا۔ ہر لحظہ ان کو اپنے محبوب ﷺ کی یاد ستاتی تھی۔ چنانچہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ سے اجازت لے کر ملک شام چلے گئے۔ تاکہ باقی زندگی جہاد میں گزار دیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ شام کے زمانہ قیام میں حضرت بلالؓ نے قبیلہ بنی خولان میں شادی بھی کی تھی۔ لیکن اولاد ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ شام سے ایک مرتبہ بغرض زیارت مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ نے اذان دینے کی فرمائش کی۔ اللہ کے نبی کے نواسوں کی فرمائش کو کیسے ٹالا جاسکتا تھا۔ حضرت بلالؓ نے فجر کی اذان دی تو اہل مدینہ منورہ کو زمانہ نبوت یاد آگیا اور سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ (الاصابہ و آثار السنن وقال السبکی اسنادہ جید)

حضرت بلال حبشیؓ نے ۲۰ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت بلال حبشیؓ کو تمام اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں۔ آمین!

---

## مولانا عبدالحکیم نعمانی کے تبلیغی اسفار

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے گزشتہ دنوں ساہیوال اور پاکپتن کے تبلیغی اسفار کئے۔ ساہیوال، پاکپتن اور ملکہ ہانس کی مختلف مساجد میں دروس، ختم نبوت سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومتی اقلیتی رکن ایم پی بھنڈارہ نے قومی اسمبلی میں قانون توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کی تحریک پیش کر کے اسلام دشمنی کا ثبوت فراہم کیا ہے اور انہوں نے قومی اسمبلی میں ناموس رسالت کے قانون کے تحفظ اور اسلام سے انحراف کرنے والے کے لئے شرعی سزا کا بل منظور کرانے کے کردار کو سراہا اور متحدہ مجلس عمل سے امید ظاہر کی کہ وہ سابقہ روایات اور اکابرین کی جدوجہد کو سامنے رکھتے ہوئے آئندہ بھی اسلام کے دفاع کی جنگ لڑے گی۔

# حضرت ام ایمنؓ!

جناب علی اصغر چوہدری

سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک دن صحابہ کرامؓ کی مجلس میں جلوہ افروز تھے۔ یہ ہجرت سے تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ایک گہرے سرمئی رنگ کی باوقار خاتون آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے امی امی کہتے ہوئے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی اور وہ خاتون اس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اگر کوئی شخص جنت کی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ ام ایمنؓ سے کرے۔''

اس مبارک خاتون کا نام برکتہ تھا اور کنیت ام ایمنؓ۔ ان کے والد ثعلبہ بن عمرو تھے جو حبش کے رہنے والے تھے۔ یہ خاتون رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد جناب عبداللہ کی کنیز تھیں جن کی وفات کے بعد وہ سرور عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ جناب آمنہؓ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کی پرورش کرنے میں اس خاتون کا بہت بڑا حصہ ہے۔ انہیں حضور ﷺ سے اس قدر پیار تھا کہ بچپن میں آپ ﷺ کو بہلاتیں۔ کھلانے، پیلانے، نہلانے اور کپڑے پہنانے میں انہیں بے حد خوشی محسوس ہوتی تھی۔ ان کے پیار کو دیکھ کر لوگ رشک کیا کرتے تھے کہ جب بی بی آمنہؓ اپنے شوہر کی قبر کو دیکھنے کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئیں تو ان کے ساتھ یہ خاتون بھی تھیں جو اس وقت سولہ سترہ سال کی تھیں۔ مدینہ سے واپسی پر جب مقام ابواء میں بی بی آمنہ کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے ان کے دفن سے فارغ ہوکر حضور ﷺ کو سینے سے لگایا اور اونٹنی پر سوار ہوئیں اور اپنی مالکن کے انتقال پر گہرے رنج اور اپنے ننھے حضور ﷺ کی یتیمی پر ہچکیاں لیتی ہوئی مکہ روانہ ہوگئیں۔ وہ کبھی آپ ﷺ کی پیشانی چومتیں تھیں، کبھی روتی اور چلاتی تھیں۔ غرض اس کرب واذیت کے عالم میں انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور ایک باہمت نوخیز خاتون کی طرح ننھے حضور ﷺ کو سینے سے لگائے مکہ پہنچیں۔

ننھے حضور ﷺ کی یتیمی اور طفولیت کے ایام میں آپ ﷺ کی سب سے بڑی ہمدرد یہی خاتون تھیں۔ سردار عبدالمطلب نے بھی انہیں ہی ننھے حضور ﷺ کی خدمت، پرورش اور تربیت پر مامور فرمایا تھا۔ آپ کی خدمات کو یاد رکھتے ہوئے سرور عالم ﷺ آپ کو امی بعد امی فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی وہ آپ ﷺ کے پاس آتیں تو ان کے بے حد تعظیم فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کردیا تھا۔ چونکہ اس خاتون نے نہ صرف حضور ﷺ کو گود میں لے کر کھلایا تھا اور آپ ﷺ کی پرورش کی تھی۔ بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ، دادا اور دوسرے بزرگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کی خدمت کی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ ان کی تعظیم فرماتے۔ ان کے گھر تشریف لے جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ''میری والدہ کے بعد ام ایمنؓ میری والدہ ہیں۔'' اور امی کہہ کر انہیں مخاطب فرماتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ: ''یہ میرے اہل بیتؓ کی یادگار ہیں۔'' اور اس خاتون کو بھی اس پر بڑا ناز تھا۔

اس خاتون کا پہلا نکاح عبید بن زید سے ہوا جن سے ان کے فرزند اور مشہور صحابی ایمنؓ پیدا ہوئے اور یہ

خاتون اس فرزند کی وجہ سے ام ایمنؓ کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ ایمنؓ جنگ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ جبکہ عبید حضورﷺ کی ہجرت سے بہت پہلے انتقال کر گئے تھے اور یہ خاتون اب بیوہ ہوچکی تھیں۔ اس لئے جب حضورﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگر کوئی شخص جنت کی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس خاتون (ام ایمنؓ) سے کرے۔ چنانچہ حضرت زیدؓ اس پر راضی ہوگئے اور آپ نے ان سے نکاح کرلیا۔ حالانکہ وہ آپ سے تقریباً دگنی عمر والی تھیں۔

حضرت زیدؓ کی زوجہ بن جانے کے بعد یہ خاتون ان کے گھر آ گئیں اور ان کے بطن سے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ حضرت زیدؓ کے گھر کی یہ حالت تھی کہ ایک پرانے بوریئے اور چند برتنوں کے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی اس سادگی پر تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ: ''اس گھر کی آرائش سے کیا فائدہ جس سے بہت جلد رخصت ہو جانا ہے۔''

حضورﷺ کے مزاح کے متعلق جو روایات بیان کی گئیں ہیں ان میں ایک روایت یہ بھی کہ ایک بڑھیا نے ایک بار آپﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایک اونٹ کی ضرورت ہے۔ آپﷺ عطا فرمائیں۔ جواب میں آپﷺ نے فرمایا کہ: ''اونٹ کا بچہ ملے گا۔'' بڑھیا نے کہا کہ: ''یارسول اللہﷺ میرے ماں باپ آپﷺ پر قربان میں اونٹ کے بچے کو لے کر کیا کروں گی؟۔ مجھے تو سواری کے لئے اونٹ درکار ہے۔'' لیکن آپﷺ نے پھر ارشادفرمایا کہ آپ کو اونٹ کا بچہ ہی ملے گا اور میں اسی پر آپ کو سوار کراؤں گا۔ یہ فرما کر آپﷺ نے خادم کو اشارہ فرمایا۔ وہ تھوڑی دیر میں ایک اچھا خاصا موٹا تازہ اونٹ لے کر حاضر ہوا۔ آپﷺ نے اس کی مہار بڑھیا کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''دیکھئے یہ اونٹ ہی کا بچہ ہے یا کچھ اور ہے۔'' اس مزاح مبارک سے حاضرین مجلس بھی بہت محظوظ ہوئے۔ یہ بڑھیا دراصل آپﷺ کو گود میں کھلانے والی حضرت ام ایمنؓ ہی تھیں۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب بی بی ام ایمنؓ نے ہجرت کی تو منصرف کے مقام پر جوروحا کے قریب ہے شام ہوگئی اور انہیں سخت پیاس محسوس ہوئی۔ ان کے پاس پانی نہ تھا اور روزہ کھولنے کا وقت قریب آ گیا تھا۔ جب پیاس انتہا کو پہنچ گئی تو ان پر آسمان سے پانی سے بھرا ہوا ڈول لٹکایا گیا جس سے موتیوں کی طرح سفید قطرے ٹپک رہے تھے۔ انہوں نے اس ڈول کو لے کر اس سے خوب جی بھر کر پانی پیا۔ فرمایا کرتی تھیں کہ اس کے بعد مجھے پھر کبھی پیاس محسوس نہیں ہوئی۔ مجھے سخت سے سخت گرم دوپہر کو بھی روزے میں اس پانی پینے کے بعد پیاس نہیں لگتی تھی۔

حضرت ام ایمنؓ ہی وہ مبارک خاتون تھیں جنہوں نے حضور اکرمﷺ کی رحلت پر روتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''یہ تو مجھے معلوم تھا کہ ایک نہ ایک دن حضورﷺ ہم سے رخصت ہو جائیں گے۔ لیکن اس لئے روتی ہوں کہ اب آسمان سے خبریں آنی منقطع ہوگئی ہیں۔''

حضرت ام ایمنؓ ہی نے حضرت عمرؓ کی شہادت پر فرمایا کہ: ''آج اسلام کمزور پڑ گیا۔''

جنگ موتہ میں آپ کے شوہر حضرت زیدؓ کے شہید ہو جانے کے بعد آپ بیوہ ہوگئیں تھیں اور باقی زندگی آپ نے اپنے بیٹے حضرت اسامہؓ کے پاس گزاری۔ حضرت ام ایمنؓ کی وفات ایک طویل عمر پانے کے بعد حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہوئی۔

# عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کی موت کی قادیانی پیشگوئی!

حافظ محمد اقبال رنگونی (مانچسٹر)

انگریزوں نے جب ہندوستان پر سیاسی اقتدار حاصل کرلیا اور ہندوستان میں اپنے اقتدار کو استحکام دینے کے لئے جہاں متعدد منصوبے بنائے تو ساتھ ہی برطانیہ سے کئی ایسے عیسائی مناظر اور مبلغین بھی بلائے جو ہندوستان کے ہندو بالخصوص مسلمانوں کو ان کے مذہب کے بارے میں شک میں ڈال دیں اور انہیں اسلامی عقائد سے بغاوت پر آمادہ کردیں۔ تاکہ پورا ہندوستان نہ صرف معاشی طور پر انگریزوں کے قابو میں رہے بلکہ مذہبی سطح پر یہاں عیسائیت کا جھنڈا لہراتا رہے۔ اس منصوبے کے تحت عیسائی مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں پھیل گئی اور جگہ جگہ ہندوؤں کو اپنے مذہب سے اور مسلمانوں کو اپنے دین سے نکال کر عیسائیت میں لایا جانے لگا۔ برطانیہ میں جب یہ خبر آئی کہ عیسائی مبلغین اپنے منصوبے میں کامیابی کی طرف بڑھ رہے ہیں تو ممبر پارلیمنٹ مسٹر مینگلس نے 1857ء کے شروع میں پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں اس نے کہا کہ: ''خدا نے آج ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیرنگین ہے۔ تاکہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ اس نے کہا کہ اب ہر شخص کی کوشش ہونی چاہئے کہ تمام ہندوستان کے لوگوں کو عیسائی بنایا جائے اور اس میں کوئی سستی نہ ہونی چاہئے۔'' (حکومت خوداختیاری ص136)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ سے بھیجے ہوئے عیسائی مبلغین کس قوت سے اسلام پر حملہ آور تھے اور کس تیزی اور سرگرمی سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مرتد بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ ہندوستان کا شاید ہی کوئی شہر اور قصبہ بچا ہوگا جو پادریوں کی اس شرارت سے بچا ہوگا اور شاید ہی ان کی کوئی ایسی تقریر ہوگی جس میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو نشانہ نہ بنایا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے ہندوستان ہی سے کچھ اپنے ایسے مقبولین پیدا کئے جنہوں نے عیسائی مناظرین اور مبلغین کی ہر جگہ ناکہ بندی کی اور ان کے ایک ایک اعتراض کا نہ صرف مدلل اور شافی جواب دیا بلکہ خود عیسائی مذہب پر ایسے اعتراضات کئے جس کا جواب عیسائی پادریوں کے پاس نہ تھا۔ مناظر اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ، حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے دیگر رفقاء نے عیسائیوں کے ایک ایک سوال کا جواب دیا اور انہیں مناظرہ اور مباحثہ میں شکست فاش دی۔ عیسائی مناظر جہاں جاتے مسلمان علماء بھی وہیں پہنچ جاتے اور انہیں سوائے فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہتا۔

انہیں دنوں قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی یہ مشہور کردیا کہ وہ اسلام کی حمایت میں پچاس کتابیں لکھ رہا ہے۔ جس میں تین سو سے زیادہ دلائل ہوں گے اور کسی عیسائی کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوگی۔ اس نے اسلام کی حمایت کے نام پر لوگوں سے چندے اکٹھے کئے اور ساری رقم ہضم کرگیا۔ پھر اس نے عیسائی علماء سے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی شروع کردی۔ تاکہ لوگ اسے بھی مسلمانوں کا نمائندہ جانیں۔ اہل حق علمائے کرام اور

قادیان کے اس دہقان کے درمیان فرق یہ تھا کہ علمائے کرام عیسائی مبلغین کا جواب دلائل سے دیتے تھے جس سے عیسائی مناظرین کو بھی مجال انکار نہ ہوتا تھا۔ جبکہ مرزا قادیانی مناظرہ کو نتیجہ خیز بنانے کی بجائے پیشگوئیوں، موت کی دھمکیوں اور فریق ثانی کو جہنم میں بھیجنے کی وعیدوں کا اعلان کرتا تھا۔ اسی طرح کا ایک قصہ عیسائیوں کے معروف عالم مسٹر عبداللہ آتھم کے ساتھ پیش آیا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے درمیان ایک مناظرہ طے پایا۔ مناظرہ کا موضوع تثلیث تھا۔ پندرہ دن تک دونوں اپنے موضوع پر بحث کرتے رہے۔ آخری دن مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ:

''آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔''

(جنگ مقدس ص ۲۰۹، ۲۱۰، خزائن ج ۶ ص ۲۹۱، ۲۹۲)

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ تحریر 1893ء کی ہے جس میں مرزا قادیانی نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے یعنی ایک انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ مہینے تک ہاویہ میں گرادیا جائے گا۔ گویا 5 ستمبر 1894ء تک مسٹر آتھم نے ہاویہ میں گرنا تھا۔ مرزا قادیانی کے نزدیک ہاویہ میں گرنے سے مراد کیا ہے۔ اس مرزا قادیانی کی اس تحریر میں دیکھیں:

''بشرني ربي بعد دعوتي بموته الى خمسة عشر اشهر من يوم خاتمة البحث''

ترجمہ...... ''میری دعا کے بعد مجھے میرے رب نے خوشخبری دی ہے کہ آتھم خاتمہ بحث کے پندرہ ماہ کے اندر مرجائے گا۔'' (اتمام الحجۃ علی المکفرین من العلماء والمشائخ مخلق کرامات العارفین، خزائن ج ۷ ص ۱۶۳)

مرزا غلام احمد قادیانی اور مسٹر آتھم کے درمیان تثلیث کے موضوع پر ہونے والی بحث اس تحریر کے بعد ختم ہوگئی اور ہر دو فریق اپنے اپنے گھر روانہ ہوگئے۔ مرزا قادیانی سے کسی نے اس پیشگوئی کے بارے میں پوچھا کہ کیا واقعی اسے خدا نے یہ بات بتائی ہے کہ آتھم پندرہ مہینہ میں مرجائے گا۔ کہیں اس نے یہ بات اپنی طرف سے تو نہیں کہہ دی۔ مرزا قادیانی نے اس کا جواب دیا کہ:

''اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی ...... تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دے دی جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی بات نہ

ٹلے گی۔'' (جنگ مقدس ص ۲۱۱، خزائن ج ۶ ص ۲۹۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے آتھم کے 5 ستمبر 1894ء تک مرنے کی جو پیشگوئی کی تھی اس پر اس نے خدا کی قسم بھی اٹھائی تھی اور اس نے یہ بات پوری تاکید سے کہی تھی کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ خدا کی بات ٹل نہیں سکتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے یہ خبر دے دی تھی کہ ایسا ہو کر رہے گا تو اب مرزا قادیانی اس کے لئے دعائے ہدایت تو کر سکتا تھا۔ لیکن خود اسے ڈرانے اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر قادیان کے لوگ مرزا قادیانی کی بدحواسی اور اس کا اضطراب دیکھ کر حیران ہو رہے تھے اور جوں جوں دن بڑھ رہے تھے مرزا قادیانی کی پریشانی میں اور اضافہ ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ میعاد کے پورا ہونے میں صرف چودہ دن رہ گئے اور مرزا قادیانی کے جاسوس انہیں بتا رہے تھے کہ آتھم پوری طرح خیریت سے ہے۔ یہ خبر سن کر مرزا قادیانی کے پاؤں تلے زمین نکل چکی تھی۔ اس نے اپنی پریشانی کا ذکر اپنے خط میں کیا ہے جو اس نے 22 اگست 1894ء کو مرزا قادیانی نے منشی رستم کو لکھا کہ:

''اب تو صرف چند روز پیشگوئی میں رہ گئے ہیں۔ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امتحان سے بچاوے۔ شخص معلوم (آتھم) فیروز پور میں ہے اور تندرست وفربہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچائے۔ مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں۔'' (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۳ ص ۱۲۸، ملفوظ نمبر ۲۱۷)

جب پیشگوئی کا آخری دن آگیا اور مرزا قادیانی کو پتہ چلا کہ آتھم ابھی تک مرا نہیں ہے تو اب اس نے سفلی عملیات کا سہارا لیا کہ کسی طرح آتھم مرجائے اور اس کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ اس نے عبداللہ سنوری اور میاں حامد علی کے ذریعہ راتوں رات چنے منگوائے اور اس پر گردبیٹھ کر عمل شروع کیا۔ جب عمل ختم ہو گیا پھر کیا ہوا۔ اسے مرزا بشیر احمد عبداللہ سنوری سے اس طرح نقل کرتا ہے:

''وظیفہ ختم کرنے کے بعد ہم (عبداللہ سنوری) وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالباً شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا کہ وہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا جب یہ دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ (سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۷۸، روایت نمبر ۱۶۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے لڑکے مرزا محمود کا کہنا ہے کہ: ''اس دن ان کے گھر ماتم برپا تھا اور عورتیں چیخ چیخ کر واویلا کر رہی تھیں۔'' اس کا کہنا ہے کہ:

''جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی اتنا سخت کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری طرف بعض نوجوان اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں اسی طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع

کردیئے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اوران میں سے ہرایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ ”یا اللہ آتھم مرجائے۔ مگراس کہرام اورآہ وزاری کے نتیجہ میں آتھم تونہ مرا۔“

(الفضل قادیان ج۲۸ نمبر۱۶۳ ص۴ مورخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۴۰ء)

آپ ہی بتائیں اس دن کو کے گھر ماتم برپا ہونا چاہئے تھا؟۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے گھر یا آتھم کے ہاں؟۔ مرزا قادیانی کو پورے اطمینان سے آتھم کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنا چاہئے تھا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے گھر ماتم برپا تھا۔ سب چیخ چیخ کر بین ڈال رہے تھے اور خدا کی بشارتوں کے ملنے کے باوجود قسم کھا کھا کر اعلان کرنے کے باوجود مرزا قادیانی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ یعقوب علی عرفانی قادیانی نے اس دن کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ آپ بھی دیکھئے:

”آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں۔ بعض لوگ مخالفین سے اس کی (آتھم) موت پر شرطیں لگا چکے ہیں۔ ہرطرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔“ (سیرت مسیح موعود ص۹)

مرزا قادیانی اوراس کی جماعت کی چیخ وپکار، ماتم شدید، کہرام وزاری آخرت میں تو کام آنے والی نہیں۔ اس دنیا میں بھی وہ سب بے اثر ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے کہ:

”وما دعاء الکافرین الا فی ضلال“ ترجمہ:..... ”کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔“

5 ستمبر کا دن گزر گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اوراس کی جماعت کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ ہرطرف ذلت ورسوائی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور ندامت اور خفت ایک ایک قادیانی کے چہرے پر نمایاں تھی۔ ہر قادیانی منہ چھپائے پھر رہا تھا جو مرزا قادیانی کے جتنا قریب تھا اتنا ہی وہ ذلیل وخوار ہو رہا تھا۔ 6 ستمبر کی صبح ہوتے ہی عیسائیوں اور دیگر فرقوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اس پیشگوئی کے غلط اور جھوٹا ہونے پر جلوس نکالا اور بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے۔ منظوم اشعار لکھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی اس حرکت کے نتیجہ میں اسلام دشمنوں کی خوب بن آئی۔ انہوں نے خدا اور جبرائیل اوراسلام کے بارے میں بڑے دل آزار پوسٹر تقسیم کئے۔ (معاذ اللہ)

مسٹر عبداللہ آتھم نے 6 ستمبر کے دن مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ پیشگوئی بالکل جھوٹی نکلی ہے۔ پھر مسٹر آتھم کا یہ خط لاہور کے معروف اخبار وفادار کے ستمبر 1894ء میں شائع ہوا:

”میں خدا کے فضل سے تندرست ہوں اور آپ کی توجہ مرزا قادیانی کی بنائی ہوئی کتاب نزول مسیح کی طرف دلاتا ہوں جو میری نسبت موت کی پیشگوئی ہے۔ اس سے شروع کر کے جو کچھ گزرا ہے ان کو معلوم ہے۔ اب مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں چونکہ اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے نہیں مرا۔ خیر ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو تاویل کریں۔ کون کسی کو روک سکتا ہے۔ میں دل سے اور ظاہر پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں۔

میں راضی خوشی اور تندرست ہوں اور ویسے مرنا تو ایک دن ضرور ہے۔ زندگی اور موت صرف رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔ اب میری عمر 68 سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کر سکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر جو باشندے اس دنیا میں موجود ہیں سب مر جائیں گے۔ (راست بیانی بر شکست قادیانی ص ۵۶)

ہم یہاں پھر سے یہ سوال دہرانا چاہتے ہیں کہ جب خدا نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بشارت کے طور پر یہ خبر دے دی تھی کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا تو مرزا قادیانی آخر تک کیوں بے چین ہو ہو جاتے تھے۔ ہر وقت کیوں اس خوف میں رہتے تھے کہ وہ ابھی تک کیوں نہیں مرا؟۔ انہیں آتھم کی موت کے لئے سفلی عمل کی کیا ضرورت تھی؟ اور قادیان کے کسی اندھے کنویں میں چنے پھینکنے کی کیا حاجت تھی؟۔ مرزا قادیانی کی یہ بے چینی اور طرح طرح کی کیفیتیں بتاتی ہیں کہ اس نے محض رعب ڈالنے کے لئے یہ بات اپنی طرف سے بنائی تھی۔ اس میں خدائی باتوں کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی لئے وہ اپنی اس کوشش میں بری طرح ناکام ہوا اور ہر طرف سے ذلیل و رسوا ہوا۔

اب موجود قادیانی سربراہ...... ! ہمارے درج ذیل دو آسان اور تاریخی سوالوں کا جواب دیں کہ:

☆ ...... مرزا غلام احمد قادیانی نے خدا کے نام سے پیشگوئی قسم کھا کر کی تھی۔ کیا وہ پوری ہوئی؟۔

☆ ...... مسٹر آتھم وقت میعاد کے اندر موت سے ہمکنار ہوا؟۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ بات جب غلط نکلی تو بجائے اس کے کہ وہ اپنی کذب بیانی کا اعتراف کر لیتا۔ اس نے اپنے اس جھوٹ کو سہارا دینے کے لئے کئی اور جھوٹ بنائے اور کھلے عام جھوٹ بولتا رہا مگر افسوس کہ وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ خدا نے میرے ساتھ تو یہ وعدہ کیا تھا کہ آتھم کو پندرہ ماہ کے اندر اندر مار دے گا۔ مگر خدا اپنے وعدے کو توڑ سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں: ''کیونکہ دراصل اس نے انسان کے لئے نیکی کا ارادہ کیا ہے۔'' (انجام آتھم ص ۱۰ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

آپ ہی بتائیں کہ کیا آپ اس خدا کو مانیں گے جو وعدہ کر کے توڑ دیا کرے اور کسی کو پندرہ ماہ تک پریشان کئے رکھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے جھوٹ کو بچانے کے لئے خدا کی توہین سے بھی گریز نہ کیا۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خدا نے آتھم کے لئے نیکی کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے اسے نہیں مارا۔ سوال یہ ہے کہ کیا آتھم نے اسلام قبول کر لیا تھا؟۔ کیا وہ آئندہ کے لئے اسلام کی مخالفت سے باز آ گیا تھا؟۔ نہیں اسی پندرہ ماہ کے دوران اس نے تثلیث نامی کتاب لکھی جس میں خدا کی توحید کا مذاق اڑایا اور اسلام پر دل آزار حملے کئے۔ اگر اسی کا نام نیکی ہے تو معلوم نہیں پھر بدی اور کفر کسے کہتے ہیں؟۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی کہا کہ آتھم ظاہر میں زندہ نظر آ رہا تھا مگر حقیقت میں مر چکا تھا۔ اس نے لکھا کہ: ''پیشگوئی کی عظمت نے اس کے (آتھم) دل پر اثر کیا اور درحقیقت وہ پیشگوئی کے زمانہ میں نہ معمولی طور پر بہت ہی ڈرا اور وہ خوف کے تمثلات اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار آئے۔''

(انجام آتھم ص ۸، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

''اکثر وہ روتا تھا اور اس کے ڈرنے والے دل کا نقشہ اس کے چہرہ پر نمودار تھا۔''

(ایضاً ص۱۰، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

''آتھم صاحب موت سے پہلے ہی مر گئے۔'' (ایضاً ص۱۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

مگر آتھم اس کی کھلی تردید کرتا تھا اور مسلسل اسلام اور پیغمبر اسلام کو طعن وتنقید کا نشانہ بنا رہا تھا۔ اس کا خط پھر سے دیکھئے اور بتایئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بات میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟۔ اس کے برعکس مرزا قادیانی کی اپنی تحریر اور اس کے اپنے بیٹے اعتراف کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی ایک زندہ لاش بن گیا تھا اور قادیانی جماعت سخت خوف وہراس میں مبتلا تھی اور حیرانی وپریشانی اس کے ایک ایک قدم وعمل سے ظاہر ہو رہی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتایا کہ اس نے آتھم کو مزید کچھ عرصہ کے لئے مہلت دے دی تھی۔ اس لئے کہ وہ وقت میعاد میں نہیں مرا۔

مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ''اطلع اللہ علی همه و غمه ''ترجمہ:...... ''خدا نے اس کے (یعنی آتھم) ہم وغم پر اطلاع پائی اور اس کو مہلت دی۔'' (انوار الاسلام ص۲، خزائن ج۹ ص۲)

انوار الاسلام 27 اکتوبر 1894ء کی تصنیف ہے۔ جبکہ پیشگوئی کی میعاد 5 ستمبر 1894 تک تھی۔ جب میعاد گزر گئی پھر خدا نے (ڈیڑھ ماہ سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد) مرزا قادیانی کو بتایا کہ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں اور قادیان میں غم کا ماتم کیوں برپا ہے۔ کیوں اندھے کنویں میں چنے پھینکے جا رہے ہیں۔ ہم نے تو اسے مہلت دے دی ہے۔ اس لئے وہ اب نہیں مرے گا۔ کاش کہ مرزا قادیانی کا خدا انہیں وقت سے پہلے بتا دیتا تو نہ قادیان میں بھنگڑا ڈالا جاتا، نہ مفت کے چنے خراب ہوتے، نہ آتھم کو توہین اسلام کا موقع ملتا اور نہ مرزائیوں کے گھروں میں ماتم برپا ہوتا۔ سو مرزا قادیانی کی اس بات میں بھی وزن نہیں۔ یہ اپنے جھوٹ کو سہارا دینے کی ایک جھوٹی کوشش ہے۔

---

## ڈاکٹر عبدالستار آرائیں گولارچی والوں کو صدمہ!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گولارچی کے معاون جناب ڈاکٹر عبدالستار آرائیں، محمد حنیف آرائیں کے والد اور والدہ ایک ماہ میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

دونوں مرحومین شب بیدار اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دعا گو تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد چوہدری رحمت اللہ آرائیں بہت ہی تلاوت قرآن کا ذوق رکھتے تھے۔ آخر عمر میں نظر کمزور ہوگئی تو بے ساختہ تہجد میں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے اللہ دنیا کے ناول میں پڑھتا نہیں۔ ان آنکھوں سے تیرے کلام کی تلاوت کرتا تھا وہ بھی آپ نے لے لی۔ مجھے اپنے قرآن کی تلاوت کے لئے نظر واپس کر دے۔ کس خلوص سے دعا مانگی۔ اسی صبح سے تلاوت کا پھر معمول بنا جو موت تک قائم رہا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپور خاص کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے ڈاکٹر صاحب کے گھر چک نمبر 58 گولارچی جا کر ان کے والدین کے انتقال پر تعزیت کی۔

# تھرپارکر میں قادیانی مشینری کا ڈھانچہ!

مولانا تاج محمد سومرو

۱۹۷۰ء کی دھائی سے قادیانیت صحرائے تھر میں اپنی ارتدادی منصوبہ بندی کے تحت رفاہی پروگرام کی شکل عمل درآمد شروع کیا۔ اس علاقہ میں پس ماندگی کی وجہ سے دوسری این جی اوز بھی زور آزمائی میں لگی ہوئی تھی۔ مرزائیوں نے بھی اپنا قدم رکھا صحرائے تھر کی عوام اپنی انوکھی طبیعت اپنے رسم ورواج کو چھوڑ نا نہیں۔

مرزائیوں کے فنڈ کو اپنے لئے مال غنیمت سمجھ کر استعمال کرنا شروع کیا۔ قادیانی نے اپنے نامراد خواب کے پیش نظر تھر کی عوام کو پھانسنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن کوئی مسلمان اپنے مذہب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ پھر قادیانیوں نے مسلمانوں سے مایوس ہوکر اپنی سرگرمیوں کا رخ ایسی ہندوقوم کی طرف موڑا جس کو اپنی ہندو برادری کے لوگ بھی اپنے برتنوں میں کھلانے پلانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ کولھی بھیل مینگھواڑ پہلے سے منتظر تھے کہ ان کے کوئی قریب آئے۔

ہوا یہ کہ مرزائیوں نے دھڑا دھڑ کولھوں بیلوں کے بیعت فارم بھر کر فتح کے خواب دیکھنے شروع کئے۔ اس لحاظ سے قادیانیوں نے کولھوں کے گوٹھوں میں سینٹر قائم کر دیئے۔ مٹھی شہر میں الحمدی ہسپتال ننگر پارکر شہر میں ڈسپنسری کے علاوہ تحصیل ننگر میں تقریباً بیس سینٹروں کا قیام جو کولھی قوم سے منسلک ہونے کا نتیجہ تھا۔ قادیانیوں نے سمجھا کہ انہیں تھرپارکر میں کامیابی ملے گی۔ لیکن مرزائیوں کی حیثیت کو ریورس گیئر لگ گیا کہ مسلمانوں نے قادیانیوں سے کولھوں کی طرح نفرت کرنا شروع کی۔ کولھوں کے برتنوں میں ان کو ہوٹلوں میں کھانا ملنا شروع ہوگیا۔ قادیانیوں نے اپنی ساکھ مٹی میں ملتے دیکھ کر کولھوں سے کنارہ کش ہونے لگے۔ کولھوں کے ہاتھ اور برتنوں میں کھانا پینا ترک کرنا شروع کیا جو کولھی قادیانیوں کے پاس باورچی تھے ان کو جواب دیا گیا۔ کولھوں نے دیکھا کہ ہماری بلی ہمارے ساتھ میاؤں میاؤں کر رہی ہے۔ کیونکہ قادیانیوں کو مسلمانوں نے تو قبول نہیں کیا تھا۔ کولھوں نے اپنے گوٹھوں میں جگہ دی تھی تو کولھی بھیل قوم تھر میں بڑی ہوشیار مشہور ہے۔ اب کولھوں نے اپنے ہندوانہ رسم ورواج کو شروع کر دیا تو قادیانی چیخنے لگے کہ آپ ہماری جماعت میں ہیں۔ ہندو رسم ورواج نہ اپناؤ۔ کولھوں نے کہا کہ جناب ہماری اور آپ کی پوزیشن ایک ہی ہے۔ کوئی فرق نہیں ہے تو ہم اپنی تہذیب کو کیوں چھوڑیں۔ تم اپنی تہذیب کو چھوڑو گے تو ہم بھی چھوڑیں گے۔

قادیانی بیچارگی کی صورت حال میں پھنس گئے۔ اب کیا کریں۔ کولھوں کو ریکارڈ کے طور پر اپنا کر چکے تھے اور سینٹروں پر خرچہ کر چکے تھے۔ اب صیاد اپنی دام میں خود پھنس چکا۔ کہاں جائیں۔ قادیانی مشنری کی گاڑی صحرائے تھر کے رن میں دھنس کر ان کے انجن اور پہیے ناکارہ ہو چکے تھے۔ قادیانی واپس کس منہ سے ہوں۔ اب ان مشنری کے کھوکھے پر دوائی رکھ کر اپنا معاشی گزران تلاش کر رہے ہیں۔ کل جو دوسروں کو امداد دے رہے تھے اب کولھی بھیل

مینگھواڑوں کے دروازوں پر دوائیاں بیچ کر اپنا گزارا کرنے پر مجبور ہیں۔اب تھرپارکر میں قادیانی صرف کاروبار کی لالچ میں اپنا ڈھانچہ باقی رکھے ہوئے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی روز اوّل سے بار آور ثابت ہورہی ہے۔اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے فاضل مبلغ مولانا خان محمد صابری شب و روز قادیانیوں کے تعاقب میں مصروف عمل ہیں۔انشاءاللہ! وہ دن دور نہیں کہ صحرائے تھر میں ڈھونڈنے کے باوجود ایک بھی قادیانی نہ ملے گا۔

---

## عجمی اسرائیل

کرہ ارضی کی ہر عنوان سے تذلیل ہے
قادیان! مابین ہند و پاک اسرائیل ہے

میرا یہ لکھنا کہ ربوہ کی خلافت ہے فراڈ
خواجہ کونینؐ کے ارشاد کی تعمیل ہے

دم بریدہ ہفتگی، یک چشم گل اس کا مدیر
مصلح موعود کے الہام کی تکمیل ہے

اہلیہ مرزا غلام احمد کی ام المومنین
ہے کہاں قہر خدا؟ قہر خدا میں ڈھیل ہے

کیا تماشا پیمبر بن گیا عرضی نویس
گفتنی اجمال ہے ناگفتنی تفصیل ہے

کاسہ لیسی کا حصارہ، مخبری کا زہرناب
ان سیاسی مغچوں کے خون میں تحلیل ہے

قادیان والو! قیامت ہوں تمہارے واسطے
میرے رشحات قلم میں صور اسرافیل ہے

اپنی تحریر میں اسلام کے عنوان سے
شاعر مشرق نے جو لکھا ہے سنگ میل ہے

میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے قادیان کے باب میں
پارہ الہام ہے آوازہ جبرائیل ہے

شورش کاشمیریؒ

# استخلاف یزید اور اہل سنت کا موقف!

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیرؒ

آج سے سالہا سال قبل ''استخلاف یزید'' نامی ایک کتاب اہل سنت کے حلقوں میں موضوع بحث بنی رہی۔ اکابر دیوبند نے مجموعی طور پر اس سے برأت کا اظہار کیا۔ فقیہہ اعظم، محدث کبیر، استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب، شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی نے اس کتاب کے خلاف ایک گرانقدر مقالہ تحریر فرمایا تھا۔ آج کل چونکہ یزید کی حمایت ونصرت میں ہمارے بعض خودسر خطیب رطب اللسان ہورہے ہیں۔ محض خیر خواہی کے نقطہ نظر سے اس گرانقدر تحریر کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ ادارہ!

الحمدلله وکفی والصلوٰة علی سید الرسل وخاتم الانبیاء۰ اما بعد!

میری نظر سے کتاب ''استخلاف یزید'' کے چند اقتباسات گزرے۔ النصح لکل مسلم کی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے کچھ معروضات پیش خدمت ہیں۔ مصنف کتاب کی بعض عبارات میں جو نظریات پیش کئے گئے ہیں وہ بلاشک وشبہ مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف افمن زین له سوء عمله فراه حسناً! کا صحیح مصداق ہیں۔ اس میں واضح الفاظ میں شیعیت کے افکار کا بیج بویا گیا ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی عموماً اور بعض کی خصوصاً توہین کی گئی ہے۔ پیغمبرﷺ نے جن کو خیرالقرون کے لقب سے یاد فرما کر سب امت کا سرتاج بنایا۔ ان کو دین اسلام کے روشن ستارے فرما کر ان کی تعدیل فرماچکے ہیں۔ لیکن مصنف استخلاف یزید ان ستاروں کی روشنی سے محروم ہوکر ان کی عدالت میں تردد کررہے ہیں۔ ان کو اولیت کے مقام سے گرا کر تابعین کے ثانوی درجہ میں لے جارہے ہیں۔ مصنف استخلاف یزید کے تاریک ظرف میں نہ رسولﷺ کے فرمان کی عزت اور نہ خداوند تعالیٰ کے اعلان رضی الله عنهم ورضواعنه کی قدردانی ہے۔

غور کیجئے الیوم اکملت لکم دینکم سے احکام شریعت کی تکمیل اور واتممت علیکم نعمتی سے حکومت اسلامیہ کا وجود اور رضیت لکم الاسلام دیناً سے اس بھیجے ہوئے دین کی صحیح پابندی اور امتثال احکام پر رضامندی۔ یہ تمام اعلان علیم وخبیر ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ پھر کون نہیں جانتا کہ اس علیم وخبیر ذات کی کلام ہے۔ جسے حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی کے کل اعمال تا آخر کی خبرداری ہے۔ اس لئے یہ بیان تحقیقی ہے تخمینی نہیں۔

مصنف استخلاف یزید نے تعدیل صحابہ کرامؓ کے متفقہ اصول جسے تمام محدثین، فقہاء کرام، مفسرین عظام اور خواص وعوام کا اجماعی عقیدہ کہنا چاہئے کو نظر انداز کیا ہے اور صحابہ کرامؓ کی عدالت کے متفقہ اصول جو قرآن وسنت نبوی کی روشنی میں تسلیم کیا گیا ہے اور اسی عقیدہ پر چودہ سو سال سے عمل کیا جاتا رہا ہے۔ مصنف استخلاف یزید محض

تعصب اور کمزوری سے اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ کتاب میں بعض حضرات صحابہ کرامؓ کی اجمالی عنوان میں اور بعض کی صریحاً توہین اور تحقیر بلاکسی منشاء کے کررہے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ لا تسبوا اصحابی انہیں بھول گیا۔ سب کے معنی گالی گلوچ دینا نہیں۔ بلکہ توہین کے لہجہ میں ان کو یاد کرنا سب ہی ہے۔ دیکھئے بخاری میں ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں:

''سابيت رجلا مغيرته بامه ''انہوں نے اپنے غلام کولونڈی کا بیٹا تحقیر کے انداز میں کہہ دیا تھا۔ واقعہ میں وہ ایسا ہی تھا۔ لیکن تحقیر کے انداز سے کہنا اس سے غلام کو دکھ ہوا۔ اس نے حضور ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اغيرته بامه انك امرؤ فيك جاهلية ''جس شخص نے کسی صحابی کو توہین اور تحقیر کے انداز میں یاد کیا وہ اس خطاب کا حق رکھتا ہے۔

اس رویہ سے علمی برکت سے محرومی اور معرفت سے دوری بلکہ سوء خاتمہ کا خطرہ اہل حق بتاتے ہیں: ''من عادی لی ولیاً فقد اذنته بالحرب ''اس کی توثیق کرتی ہے۔ غالباً اسی کے نتیجہ میں مصنف استخلاف یزید کی (عدالت صحابہ ص۱۳) اور اس کتاب کے (ص۴۵) پر لکھا ہے:

''اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت میں کوئی شگاف نہیں ہوا۔ تو سارے صحابہ کے عادل نہ ہونے سے کیوں دین کی عمارت پیوند خاک ہو جاتی۔ جبکہ دین کی مدار روایات پر ہے اور تسلیم کرلیا گیا ہے کہ دین کی مدار روایات پر ہے۔''

یہ سب بے علمی اور فن حدیث سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ترمذی شریف میں سینکڑوں جگہ آپ کو ملے گا کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ لیکن ''عليه عمل اكثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ ''نیز ترمذی شریف میں ہے۔ امام شافعیؒ تراویح بیس رکعت ہونے کی دلیل پیش فرماتے ہیں:

''وبهذا وجدت عمل اهل الحرمين ''کیا بیس رکعت کی صحیح روایت پیغمبر خدا ﷺ سے کس نے مدار شریعت بنائی ہے؟۔

الغرض تعامل صحابہؓ مستقل طور سے دین کا مقررہ اصول ہے اور یہ تعدیل صحابہؓ پر ہی مبنی ہوسکتا ہے۔

(استخلاف یزید ص۳۲۰) پر لکھا ہے کہ: ''صحیح بخاری کی یہ روایت امام بخاریؒ کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کی۔ اس لئے یہ نا قابل اعتبار ہے۔''

یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ محدثین کرام نے امام بخاریؒ کے رجال پر بالاجماع اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ فرما چکے ہیں۔ مقدمہ صحیح بخاری ص۷ پر ہے: ''الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح لا یلتفت الیٰ ما قبل فیه الا لحجة ظاهرة ''یعنی رجال سے صحیح بخاری میں حدیث لائی گئی ہے۔ ان پر جرح کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ مگر جب تک واضح دلیل موجود نہ ہو مصنف استخلاف یزید نے محض اپنے ذہنی تخیل کے خلاف ہونے سے حدیث متکلم فیہ نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ ان کے ذہنی تخیل کے فساد کے دلیل ہے۔

اہل سنت کا اجماعی متفقہ فیصلہ ہے کہ بشریت کے صفات فاضلہ میں سے رسالت اور نبوت کے بعد وصف

صحابیت ہے۔ جب حضرت معاویہؓ کو یہ کمال وصفی حاصل ہے تو اس کے خصوصی فضائل کا سوال ہی کیوں کیا گیا۔ کیا ہر صحابی کے لئے خصوصی فضیلت ثابت ہوگی۔ تب وہ قابل اکرام واحترام ہوگا؟۔ یہ فیصلہ تو آپ کے ماؤف دماغ کا فیصلہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فیصلہ تو ان کے بارہ میں ''اصحابی کا لنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم'' معروف ہے۔

اس کے علاوہ حضرت معاویہؓ کا خصوصی تذکرہ جناب سرور کائنات ﷺ کے خصوصی خادم ہونے کا موجود ہے۔ اس کے لئے دل کی روشنی کی ضرورت نہیں۔ صرف آنکھوں کی روشنی کافی ہے۔ ہاں کوئی اس سے محروم ہو تو معذور ہے۔ صحیحین میں بھی یہ تذکرہ موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یہ خدمت آنحضرت ﷺ کی۔ حضرت معاویہؓ کی خدمت خادمیت تو بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔ ان کی خادمیت آنحضرت ﷺ سے قلبی محبت ضرور معلوم ہوتی ہے۔ یہ خدمت آپ نے حج اور عمرہ کے زمانہ میں کی۔

مصنف استخلاف یزید کا دلسوز المیہ تو یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو باغی کہہ کر بیت المال کے مال میں ناروا دست اندازی کا مرتکب بنایا اور یہ تیر کمان دوسروں کے کندھوں سے چلا رہے ہیں کہ فلاں نے کہا ہے۔ یہی طریقہ مفسد عناصر کا ہر زمانہ میں رہا۔ اکابر صحابہ کرامؓ کو بھی اس طرح بدنام کیا گیا۔ ان کی عزت کو پامال کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کو نشانہ بنایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا تذکرہ بخاری شریف میں ہے کہ کسی محروم القسمۃ نے ان کے حق میں کہا کہ: ''لا یقسم بالسویۃ ولا یعدل فی القضیۃ'' یہ مال کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتا۔ فیصلوں میں بھی ناانصافی کرتا ہے۔

علماء حق ان تمام معترض لوگوں کے الزامات دے چکے ہیں۔ تمام معترض لوگ جب اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں نے یوں کہا ہے ہی کرتے ہیں۔

مصنف استخلاف یزید حضرت معاویہؓ کو باغی کہتا ہے۔ یہ انتہائی سوقیانہ حرکت اور گستاخی ہے۔ جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو ان کے اقرباً کو ان کے قصاص کا مطالبہ جائز اور حق تھا جس طرح ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے بھی یہ مطالبہ کیا تھا۔

اگرچہ قائم مقام خلیفہ حضرت علیؓ کی عذر داری بھی معقول تھی۔ لیکن اس عذر داری کو مصیبت زدہ حضرات کی نظروں میں یہ تساہل سمجھا گیا۔ اس لئے وہ خلافت کی بیعت میں متوقف رہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی کثیر التعداد صحابہ کرامؓ متردد رہے۔ اس لئے خلیفہ وقت کی بیعت نامکمل سی بن گئی۔ اختلاف شدت پکڑتا گیا۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر ان حضرات کو باغی کون کہہ سکتا ہے۔ خلافت اجماعی طور پر مسلم ہو جاتی۔ اس کے بعد کسی کی سرتابی ہوتی تو اس کو بغاوت کہا جاتا۔ یہاں تو بنیادی اختلاف ہے۔ ہاں اکثریت والے اسے بغاوت سمجھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت اس قسم کے اختلافات کے تذکرہ کو مستحسن نہیں سمجھتے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے اختلافات اجتہادی نظریاتی اختلاف تھے۔ کسی جانب کی توہین جائز نہیں۔ علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں:

''والحق الذی علیہ اھل السنۃ الامساک عما شجر بین الصحابۃ انھم مجتھدون

متادلون لم یقصد ومحض الدنیا منهم المخصر فی اجتهاده والمصیب قد رفع اللّٰه الحرج عن المجتهد المخطی والمصیب وضعف اجر المصیب ''اسی وجہ سے میرا فیصلہ ہے کہ مصنف استخلاف یزید اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں اور شیعیت کی آبیاری کررہے ہیں اور دشمنان صحابہؓ کی پاسداری میں لگے ہوئے ہیں۔

مزید شیعیت کی آوازیں سنیں۔ (استخلاف یزید ص۳۱۶) پر لکھتے ہیں: ''حضرت معاویہ عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کردیتے ہیں۔ تادم زیست اس سے زیادہ اہم مسئلہ کسی کو نہیں سمجھا (الی قوله) یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہوچکی تھی۔ پوری امت پر مسلط کردیا جاتا ہے۔''

یہ عوام کالانعام کے نغمہائے باطلہ ہیں۔ زبان اور قلم کی سیاہی دل کی سیاہی کی ترجمان اور دلیل کہی جاتی ہے۔ الاناء یترشح بمافیه مقولہ مشہور ہے۔ منطق کے اصول میں لکھتے ہیں کہ نتیجہ کو جز دلیل بنانا مصادرہ علی المطلوب ہے جو ناجائز ہے۔ اس بیان میں مصنف استخلاف نے وہی گیت گایا۔ نعوذ باللّٰه من الغوایة! ہر کام میں حالات حاضرہ کے مطابق مصالح اور فوائد سوچے سمجھے جاتے ہیں۔ آئندہ کے حالات کا کسے علم ہے کہ کیا ہوگا۔ کبھی تقدیر تدبیر کے خلاف پڑ جاتی ہے۔ دوست دشمن بن جاتے ہیں۔ بلکہ بیٹے جن سے خیر کی توقع ہوتی ہے وہ سانپ بن کر کھا جاتے ہیں۔ آیت کریمہ: ''فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا وحزناً ''اسی حکمت خداوندی کی طرف اشارہ ہے۔

لیکون کے لام کو لام عاقبت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ غیر متوقع طور سے انجام کار اور نتیجہ بنا۔ اس التقاط کے ابتدائی مصالح اور فوائد جو حالات حاضرہ کے اعتبار سے سوچے گئے۔ وہ عسیٰ ان ینفعنا اونتخذه ولداً میں بیان کئے گئے۔ ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ اس لڑکے نے آئندہ نبی بننا ہے اور پوری قوم کی تباہی ان کے ہاتھوں سے آئے گی۔ اب ان آخری پیش آمدہ حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی یہ کہنے لگے کہ فرعون نے عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے لئے اسے بیٹا بنایا کہ میری جگہ یہ جانشین بنے گا۔ جس کے ہاتھوں ساری امت کی تباہی مقدر تھی۔ تو یہ کہنا حماقت ہی ہوگا۔ کسے معلوم تھا کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ کے اعتبار سے سب مطمئن تھے'' الم نربك فینا ولیداً ''اسی کی کہانی ہے۔

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جس وقت بیٹے کو نامزد کیا اس میں اہلیت سمجھ کر ایسا کیا۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس بیٹے نے آئندہ کیا کیا کارنامے کرنے ہیں۔ اس انتخاب کی غلطی جب کہی جاسکتی کہ اس زمانہ میں ایسے ظالمانہ افعال کو وہ مرتکب ثابت کیا جائے۔ ولن تستطیع له طلباًوجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سارے اکابر صحابہ کرامؓ سے اس کی بیعت ثابت ہے۔ وہ نااہلی کی صورت میں ہرگز بیعت کرنے والے نہیں تھے۔ شارح قسطلانی فرماتے ہیں:

''غزا مدنیة قیصر یزید بن معاویه ومعه جماعة من الصحابه کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بها ابوایوب (بخاری ص۴۱۰) ''کیا یہ بات صحیح نہیں کہ ہر والد اپنی اولاد سے اچھے کردار کی توقع رکھتا ہے۔ کوئی احمق بدباطن بھی ہی اولاد کو غلط راستہ پر ڈالے گا۔ اس لئے یزید کے ان سیاہ کارناموں سے حضرت معاویہؓ کو مطعون کرنا شرمناک ظلم ہے۔ وہ بری الذمہ

ہیں۔حضرت معاویہؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جواب میں صاف کہہ دیں گے۔’’ماقلت لهم الاما امر تنی به ان اعبدوالله ربی وربکم‘‘ رہا بیٹے کا کسی منصب کے لئے انتخاب یہ کوئی جرم نہیں۔عوام کے شکوک ایسے موقع میں نظرانداز کئے جاسکتے ہیں۔

دیکھئے کسی موقع میں آنحضورﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو امیر لشکر بنایا۔یہ نوعمر بھی تھے اور تجربہ کار فن آزمودہ بھی نہ تھے۔بعض لوگوں نے ان کے تقرر میں کچھ باتیں کیں۔کیونکہ موجودہ وقت میں لائق فائق ہستیاں کم نہ تھیں۔ سرور دوعالمﷺ نے جب ایسی باتیں سنیں تو فرمایا:’’ان طعنتم فی امارته فقد طعنتم فی امارة ابیه والله انه لخليق بالامارة وان اباه كان خليقا بها‘‘

اس لئے حضرت معاویہؓ کو اس انتخاب میں مطعون کرنا عصبیت مضر کی پشت پناہی میں نامزد کرنا وغیرہ الفاظ سے تحقیر کرنا درست نہیں۔کیا حضرت اسامہ متبنّی بیٹے کے بیٹے نہیں تھے اور زید متبنّی نہیں تھے۔کیا یہ تقرر عصبیت سے تھا۔اگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبرﷺ نے اپنے اجتہاد میں ان کو اہل سمجھ کر کیا اور حق کیا تو حضرت معاویہؓ کا اس طریقہ پر چلنا کیونکر محل طعن وتشنیع بن سکتا ہے؟۔لوگوں کے شبہات دونوں جگہ یکساں ہیں۔آنکھیں کھول کر دنیا میں باتیں کی جائیں تو مشکل نظر نہیں آئے گی۔اسی طرح حضرت معاویہؓ کے کاتب وحی ہونے کا انکار اور حدیث صحیح جو اس بارہ میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت میں کی۔اس سے انحراف جو مصنف کتاب کر رہے ہیں۔وہ صرف ھویٰ نفسانی کا اتباع اور ضد وعناد کا ثمرہ ہے۔اعاذنا الله من ذالك!

چند گذارشات مزید سنئے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ الزہراؓ کی حیات میں حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت نہیں کی۔حالانکہ بیعت بالاجماع کل صحابہ کرامؓ نے کی اور بقول مصنف استخلاف یزید سوائے سعد بن عبادہؓ سب نے بیعت کر لی تھی۔حالانکہ راجح قول یہ ہے کہ انہوں نے بھی بیعت وقتی طور پر کر لی تھی۔لیکن دل میں کچھ انقباض تھا۔جس کی وجہ سے بعد میں شام کی طرف چلا جانا پسند کرلیا اور وہیں وفات پائی۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کو محسوس ہوا کہ اس کے بعد مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت اور حسن عقیدت کا اظہار کردوں تو اوّلاً تنہائی میں بیٹھ کر مذاکرات ہوئے۔بعد میں مجلس عامہ میں بیعت کر لی اور اعتراف کرلیا کہ ہمیں ان کی اولیت اور استحقاق میں شبہ نہ تھا۔صرف خارجی طور سے رنجش تھی۔ اب رنجش دور کر کے بیعت کرتا ہوں۔جانبین نے اپنے اپنے عذر بیان کئے اور صفائی ہوگئی اور خوشی کی گئی۔

اب میرا مصنف استخلاف سے یہ سوال ہے کہ اگر حضرت علیؓ اتنی طویل مدت تک بیعت نہ کرنے سے باغی نہیں ہیں کہ ان کی عذرداری معقول تھی کہ مجھے مشاورت میں نہیں بلایا گیا تو حضرت معاویہؓ کچھ مدت بیعت نہ کرنے سے جو ایک خاص عذر تھا اور اس سے زیادہ معقول تھا جو حضرت علیؓ نے پیش فرمایا۔کیوں باغی بن سکتے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کا عذر تو ایک طرح نفسانی استحقاق کہ میری توہین کی گئی ہے اور حضرت معاویہؓ کا عذر تو شرعی حق کا مطالبہ تھا۔جس میں امیر المومنین کو کوتاہی کرنے والا سمجھ رہے تھے’’جعلنا لوليه سلطاناً فلا يسرف فی القتل‘‘ اور جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت میں اتفاق واجماع ہوا۔حضرت علیؓ کے بارے میں نہ تھا۔پھر

حضرت معاویہؓ کیسے محل طعن وتشنیع ٹھہرائے جاسکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سیدنا علیؓ کی خلافت خلافت راشدہ ہے۔

الحاصل! حضرت معاویہؓ کو باغی کہنے اور لکھنے میں مصنف استخلاف کو کیا مزہ اور لطف آتا ہے۔ ماسوائے توہین وتحقیر کے جو بالعموم شیعہ حضرات کا شیوہ ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ کا فرمان مبارک تو مسلم اموات کے متعلق یہ ہے کہ ان کو برائی سے یاد نہ کیا کرو۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا تھا: ''اس قلم پر خدا کی لعنت جس سے کسی صحابی کی توہین یا گستاخی کی گئی ہو یا کی جاتی ہو۔''

پیغمبر خدا ﷺ کا ارشاد بھی ایسے ہی موقع کے لئے ہے: ''اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علیٰ شرکم''

باغی ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ امیر خلیفۃ المسلمین کی بیعت کے بعد اس کے حکم سے حکم عدولی کرے۔ جیسے ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ کے باغی لوگ جو زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس وپیش کرتے تھے۔ جو لوگ ابھی امیر کی امارت ہی میں شکوک کرتے ہوئے بیعت نہیں کرتے۔ وہ یہ اجتہادی درجہ کی تحقیق پر مسئلہ چلے گا۔

مصنف نے (استخلاف یزید ص۵۳۶،۵۳۵) پر لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک ایسی کوتاہی کی جس کا ملال ان کو زندگی بھر رہا۔ بلکہ زندگی کے آخری لحات میں اس پر تأسف کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو مشاورت بیعت حضرت صدیقؓ کے وقت نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو مسائل دین سے بالکل ناواقف شخص ہی کر سکتا ہے۔ بلکہ معمولی عقل وشعور والا شخص بھی ایسی باتیں نہیں کر سکتا۔ غنودگی کی تحریر بھی نہیں کہ اس میں الزام تراشی کا حق ادا کیا گیا ہے۔

دیکھئے کوتاہی تقصیر کو کہتے ہیں اور تقصیر برے عمل کے ارتکاب کا نام ہے یا کم ازکم کسی برے عمل کا عزم مصمم کرنا صرف تخیل اور توہم کا درجہ جسے میلان قلبی کہتے ہیں۔ ''ان اللہ تجاوز عن امتی ماوسوست بہ صدورھا مالم تعمل او متکلم ''معروف حدیث ہے۔ حضرت عمرؓ کا مقام بیعت کو جانا بغرض بیعت ابی بکر الصدیقؓ نہیں تھا۔ بلکہ انصار مدینہ کے نظریہ کی اصلاح کرنا مقصد ہمت تھا۔ جانبین کے نظریات کی کشمکش میں اللہ تعالیٰ نے دل میں نزاع کو ختم کرنے کی تدبیر ڈال دی۔ فوری طور سے حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے ہاتھ بڑھانے کی درخواست کی اور بلاتامل بیعت کر لی۔ اس عجلت میں بظاہر حال خارجی چیزیں ذہن میں نہیں ہوں گی۔ تقصیر جب بنتی کہ فرماتے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو نہ بلایا جائے یا بلانے کی ضرورت نہیں۔ غالباً آپ بھی جانتے ہوں گے کہ اس تخیل کا موقع ہی نہیں بنا۔ پھر اسے کوتاہی کیونکر کہتے ہیں۔ مصنف استخلاف حضرت عمرؓ کو تقصیر وار بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کوتاہی سے پاک صاف رکھا تھا۔ اس برائی کا تصور تک ان کے ذہن میں نہیں ہوگا۔

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصنف استخلاف کا یہ لکھنا کہ حضرت عمر فاروقؓ اس کوتاہی پر تأسف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے فکر اس وقت تیری اور تیرے اصحاب کی ہے کہ میں تمہارے بارے میں ایک کوتاہی کر چکا ہوں۔ یہ سب غلط افسانہ ہے۔ ''بناء الفاسد علیٰ الفاسد'' جب بنیاد ہی غلط ہے تو انجام کیسے صحیح ہوگا؟ بلکہ

غالباً اس مقولہ میں شاید اشارہ اس بات کی طرف ہوگا جو حضور ﷺ سے روایت صحابہ کرام میں معروف تھی کہ حضرت عمرؓ فتنوں کی بندش کا درواہ ہیں اور دروازہ ایک وقت ٹوٹے گا۔ اس کے بعد فتنوں کا ظہور ہوگا۔ ان فتنوں کی آمد میں صحابہ کرامؓ کا تشویش میں پڑنا یہ حضرت عمر فاروقؓ کو دلی صدمہ دے رہا تھا کہ ان فتنوں سے دوچار ہوکر کیا کیا حالات پیش آئیں گے۔ ہر محسن باپ کو اپنی وفات کے بعد اپنے پسماندگان کی معیشت پریشان کن بنتی ہے۔

ہمارے خیال میں استخلاف یزید ص ۵۳۴ پر مصنف نے جواب کشائی کی ہے وہ کلمة حق ارید به الباطل کی مثال ہے اور یہ فیصلہ ان کے مکتوب مضامین کا حضرات صحابہ کرام کی شان میں لکھتے ہیں واضح ہوجاتا ہے۔ اس کا پس منظر یقیناً وہ خبث باطن ہے جو شیعہ حضرات کے دل ودماغ میں رچا ہوا ہے۔ اس میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی عظمت شان اور رفعت مکان جو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ ضرب ایسی لگائی گئی ہے کہ سطحی نظروں میں تعریف اور ستائش نظر آتی ہے اور اس کے ضمن میں ان کے استحقاق خلافت کا انکار اور اسی عقیدہ سے انحراف ہے۔ اس کو محض اتفاقیات کے باب سے قرار دے رہے ہیں۔ جیسا کہ ”کم من فئة قليلةٍ غلبت فئة كثيرة باذن الله“

مصنف استخلاف لکھتے ہیں کہ: ”رحمت خداوندی نے دست گیری کی کہ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہوگئی۔ اگر بالفرض امت ان پر متفق نہ ہوتی اور وہ بیعت خلافت کے لئے تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی۔ خلافت راشدہ نہ ہوتی۔“

یہ الفاظ بعینہ انہی الفاظ کی عکاسی ہے جو بعض ملحدین نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارہ میں خبث باطن سے کہے تھے کہ اسلام کی بے مثال ترقی کا سبب یہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کو ایسے مخلص اور جاں باز ساتھی مل گئے کہ ان کی ہر بات پر لبیک کہتے اور جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنا جلدی یہ عروج اور ارتقاء نہ ہوتا۔ اس میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے کہ ان میں ایسی اہلیت نہ تھی۔ لیکن اتفاق خداوندی سے، یاروں کی طاقت سے اور ان کی امداد سے سب کچھ ہوا۔ حالانکہ حقیقت برعکس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی جب حضور ﷺ کے متعلق اکرم الخلق اور افضل الرسل ہونے کی ہوئی تو اسی کی شان رفیع کے مطابق ان کو امت بھی خیر الامم مرحمت فرمائی۔ جیسا کہ كنتم خير امة ” پھر امت کے ستاروں میں جو سب سے روشن ضمیر سیارے تھے۔ ان کو لطف خداوندی نے زمانہ نبوت نصیب کیا۔ پھر رحمت الٰہی نے اعطاء كل ذي حق حقه کرتے ہوئے حضرات شیخینؓ کو سورج اور چاند کی مثال میں رکھا۔ یہ اتممت عليكم نعمتي کا کرشمہ ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی میں سب سیارے گم نام رہتے ہیں۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت صدیق اکبرؓ کے خداداد فضائل میں کان اعلمنا واشجعنا لقب دیئے۔ وغیر ذالك من الكمالات! حج کی قیادت اور نماز کی امامت آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے حوالہ کی۔ اس انتخاب میں زندہ دل انسان جانتا ہے کہ فرمان خداوندی ”ان الله يأمركم ان تؤدو الامانات الى اهلها“ کا حق یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کا استحقاق انہی کو حاصل ہے۔ اسی لئے

فرمایا:''یا بیٰ اللہ ویابی المؤمنون الا ابابکر ''یعنی تعین کی ضرورت نہیں۔ وہ بالیقین متعین ہیں۔
حضرات صحابہ کرامؓ نے انہی دلائل کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کو غنیمت سمجھا اور اتفاق کیا۔ الی صل یہ کہ یونہی اتفاقیات کے باب سے صحابہ کرامؓ کا اجماع نہیں ہوا۔ جیسا کہ مصنف استخلاف کہتا ہے۔ بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ کیا گیا۔ یہی حقیقت حضرت فاروق اعظمؓ نے اس اعرابی کم فہم ناعاقبت اندیش کے مقالہ کی تردید میں فرمائی۔ جنہوں نے کہا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت اور بیعت یونہی اتفاقیہ پیش آئی اور تمام ہوگئی۔ ایسے ہی ہم بھی خلیفہ کے مرنے کے بعد کرلیں گے۔ شاید ہمارا کام بھی چل جائے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی کھلی تردید کی کہ خلافت صدیق اکبرؓ پر اتفاق ان کے بے مثل کمالات پر ہوا اور کون ہے جو ان کی مثال بن سکے۔ خلافت اور امامت کے اصول ہیں۔ ان کے مطابق ہی انتخاب ہوگا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنا جانشین اپنے بیٹے کو بنایا۔ اس کو اہل امانت سمجھ کر بنایا۔ بیٹے میں اس وقت صلاحیت تھی۔ آئندہ کے حالات کے معلوم ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ اولاد سے یہ امید کی جاتی ہے کہ سابقہ حالات میں مزید استحسان اور استحکام پیدا کرے گی۔ لیکن بعض نااہل باپ کے ورثہ کو غلط کاریوں میں نذر آتش کر دیتے ہیں۔ اس میں مورث کا کیا قصور؟۔ یزید کے زمانہ کے سیاہ کارنامے ان کی طبیعت کی کمزوری اور بگاڑ کا نتیجہ ہے۔ نہ کہ حضرت والد کی تعلیم ہے۔

حضرت معاویہؓ یا کسی صحابی کا ایسے انداز میں تذکرہ کرنا جس سے ان کی خداداد عزت اور عظمت کو نقصان پہنچایا جائے۔ ان کی امامت اور جلالت کو داغدار کیا جائے۔ عوام کے دلوں میں محبت اور وقار کی بجائے بغض اور نفرت کا احساس پیدا کیا جائے۔ یہ وہ خطرناک راستہ ہے جس کو زوال ایمان اور خطرہ جان کہا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من الغوایۃ والضلالۃ ایسے ہی خطرات کا تذکرہ فرمان نبوی ﷺ میں روایت کیا گیا ہے۔ فمن ابغضھم فببغضی ابغضھم ! کسی نے حضرت عثمانؓ کو نشانہ بنایا۔ کسی نے حضرت ابن مسعودؓ کو اور کسی نے حضرت معاویہؓ کو۔ فرمان خداوندی ان بعض الظن اثم اور فرمان نبوی ﷺ ایاک والظن کو نظرانداز کر دیا۔ یہ سب حضرات، حضرات صحابہ کرامؓ میں خصوصی مناقب والے خدام رسول ﷺ تھے۔ مصنف استخلاف ان سب باتوں کو چھوڑ کر ضد میں آکر لکھتے ہیں کہ:

''جاننا چاہئے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں۔'' اتنا بڑا دعویٰ کیا۔ اس لئے دعویٰ پر اکتفا کر دی۔ یہ دعویٰ محض خیال ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ:''عن عبدالرحمن بن ابی عمیرہ ۰ قال قال لمعاویہ اللھم اجعلہ ھادیا ومھدیا واھدبہ ''اس دعا میں ان کو ہدایت کنندہ ہدایت یافتہ فرما کر یہ بھی فرمایا کہ اس سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔ حاشیہ میں تشریح یوں ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی دعا بلاشک قبول ہوتی ہے۔ پھر جس کی یہ شان ہو۔ اس کے حق میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے یہ جملہ صفات حضرت معاویہؓ میں خداوند قدوس نے رکھی ہوں گی۔ مزید لکھا:''آپ سے جو ہوا وہ اجتہاد سے ہے اور مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے کبھی حق کو پالیتا ہے۔''

مصنف استخلاف تو امام مسلم پر بھی فضیلت معاویہؓ کی حدیث لانے سے ناراض ہیں۔ امام ترمذیؒ نے تو باب باندھا ہے۔ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان اور یہ روایت بھی نقل کی ہے۔ ’’قال عمیر لاتذکرہ المعاویة الا بخیر۔ فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم اھدبہ ‘‘اس سے سابقہ روایت کی مزید تائید ہوگئی۔ شیعہ حضرات کو یہ روایات اس لئے پسند نہیں کہ اس سے ان کے عقائد فاسدہ کی جڑ کٹتی ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے تھے۔ خدا زدہ را پیغمبری زند۔

مصنف استخلاف یزید امام مسلم کی روایت جس سے حضرت معاویہؓ کی فضیلت ومنقبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ’’میرے نزدیک اس روایت کا ایک جملہ بھی صحیح نہیں۔‘‘

آپ جانتے ہیں کہ حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری امت کا اجماع اور اتفاق نقل کر چکے ہیں کہ صحیحین کی جملہ احادیث صحیح الاسناد موصول ہیں۔ یہ بات کالشمس فی نصف النہار مسلم اور روشن ہے۔ تیرہ سو سال تک اس کے خلاف آواز نہیں اٹھی۔ اس لئے مصنف استخلاف کی یہ بات خرق اجماع کی وجہ سے باطل ہے قابل توجہ نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کا صحیح ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا فیصلہ ہے کہ اس کے لئے خاص معیاری قابلیت اور مہارت شرط کی گئی ہے۔ ہر شخص مدعی علم وفضل ہائیکورٹ کا جج نہیں بن سکتا اور نہ مقررہ مسلم ہائی کورٹ کے ججوں کا فیصلہ مسترد کر سکتا ہے۔ اسی طرح احادیث کے پرکھنے والے حضرات گنے چنے محدثین کرامؒ ہیں۔ اگر ہر شخص کو یہ اختیار دے دیا جائے تو دین کا جنازہ نکل جائے۔ ہر بدباطن اپنے مخالف حدیثی روایات کو مسترد کر دے گا۔ کون نہیں جانتا کہ ادویہ کے مفید اور مضر ہونے میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حکیم کا قول ہی قبول ہو سکتا ہے۔ ہر بازاری کا قول قابل التفات نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ یہ کہ مسلم شریف میں ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ والی روایت کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے۔ فرمایا ھو عندی صحیح۔ پھر اس نے سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب میں کیوں نہیں درج کیا۔ فرمایا میں اپنی کتاب میں وہ حدیث لاتا ہوں جو مجمع علیہ صحیح ہوں۔ اس میں بعضوں نے اختلاف کیا۔ اس لئے فرمایا عندی صحیح۔ امام مسلمؒ کے اس اجماع سے مراد خاص اکابر محدثین کا اتفاق ہے جو امام مسلمؒ کی نظروں میں اس کے اہل سمجھے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے مناقب والی روایت جو امام مسلمؒ لائے ہیں۔ (جسے مصنف استخلاف یزید باطل کہہ رہے ہیں) وہ مجمع علیہ صحیح ہے۔ صرف امام مسلمؒ اس کی تصحیح نہیں کر رہے۔ اہل فن کا اجماعی فیصلہ آپ نے سنا۔ اس کے بالمقابل ان حضرات کے مرتبے والا شخص ہی رد کر سکتا ہے۔

امام نووی مقدمہ مسلم میں امام مسلمؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح مسلم تصنیف کو امام حدیث ابوزرعہؒ پر پیش کیا۔ انہوں نے جن احادیث کی صحت پر اتفاق کیا۔ انہیں میں نے اپنی کتاب میں باقی رکھا اور جس کی صحت میں انہوں نے اختلاف کیا اسے میں نہیں لایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم کی روایت جس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مجمع علیہ ہے۔ مصنف استخلاف کا اس حدیث مسلم کو باطل کہنا حق دشمنی اور نامعقول حرکت ہے۔

خلاصہ کلام! کتاب استخلاف یزید مجموعی طور پر شیعیت کی تائید اور بعض صحابہؓ کی تنقیص سے بھری ہوئی ہے۔

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

# حضرت مولانا قاری محمد اختر ؒ کا وصال

۱۷/مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعرات‘ کو دن بارہ بجے کے قریب پنجن کسانہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سے مولانا شبیر احمد مبلغ مدرسہ حنفیہ کا فون آیا کہ مولانا قاری محمد اختر صاحب کو دل کی تکلیف ہوئی‘ اور اچانک انتقال کرگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر اتنی اچانک اور افسوسناک تھی کہ دم بخود ہوگیا۔ ۱۷/مئی کی شام احمد پور سیال میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ ۱۸/مئی کا خطبہ جمعہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کی جامع مسجد چنیوٹ میں طے تھا‘ ان کاموں سے فرصت ملتے ہی ۱۹/مئی بروز ہفتہ ظہر کے قریب پنجن کسانہ میں حاضر ہوا۔ حضرت مولانا محمد اختر کی مسجد‘ مدرسہ‘ طلباء‘ طالبات‘ اساتذہ‘ مسند‘ منبر ومحراب‘ مہمان خانہ سب کچھ موجود تھے‘ کارواں تھا‘ لیکن میر کارواں نہ تھے‘ ہر طرف اداسی‘ ہو کا عالم‘ در ودیوار گریہ زار‘ پژمردہ دل گرفتہ سے سوگوار ماحول میں مغموم چند منٹ بیٹھا‘ معلوم ہوا کہ قاری محمد اختر مرحوم کے تینوں صاحبزادہ صاحبان مدرسہ للبنات‘ جادہ جہلم میں ہیں‘ وہاں کے لئے عازم سفر ہوا۔

بڑے صاحبزادہ حافظ وقاری ہیں‘ جادہ مدرسہ کو چلاتے ہیں‘ منجھلے صاحبزادہ دورۂ حدیث شریف پڑھ رہے ہیں‘ سب سے چھوٹے صاحبزادہ درجہ رابعہ تبلیغی مرکز گجرات کے طالب علم ہیں‘ تینوں حضرات سے ملاقات ہوئی۔

تعزیت عرض کی‘ معلوم ہوا کہ ۱۷/مئی کو قاری صاحب ساڑھے دس بجے اپنے معمولات سے فارغ ہوئے‘ اس روز مدرسہ للبنات میں چند بچیوں کے حفظ قرآن کی تقریب تھی‘ ان بچیوں کا آخری سبق سنا‘ ختم قرآن کی دیر تک دل سوز دعا کرائی‘ مدرسہ کی بچیوں نے ششماہی امتحان کے بعد گھر جانا تھا‘ ان کو ہدایات دیں‘ واپس تشریف لائے تو مسجد میں نوافل ادا کئے‘ کہیں سفر کے لئے جانا چاہتے تھے‘ لیکن نوافل سے فارغ ہوکر اپنی مسند پر تشریف لائے‘ چائے کی خواہش کا اظہار کیا خود چارپائی پر دراز ہوگئے‘ تھوڑی دیر بعد چائے آگئی‘ وہ نوش کی‘ پھر لیٹ گئے‘ اتنے میں دل پر ہاتھ رکھا‘ قبلہ رخ ہوئے‘ آنکھیں بند کیں اور جان‘ جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اس وقت تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوں گے‘ سب کچھ اس تیزی میں ہوا کہ کسی کو کانوں کان پتہ نہ چلا کہ کیا ہوگیا ہے؟ ساتھیوں نے اٹھایا‘ ڈاکٹر کے پاس لے گئے‘ انہوں نے نبض دیکھی اور تصدیق کردی کہ دل کی بے قراری کو قرار آگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس روز عصر کے قریب پنجن کسانہ مولانا عزیز الرحمن ہزاروی کی امامت میں کثیر تعداد میں خلق خدا نے جنازہ پڑھا‘ ساڑھے چھ بجے جادہ جہلم میں آپ کے منجھلے

صاجزادہ نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی' اور مغرب کے قریب جادہ کے آبائی قبرستان میں آسودہ خاک ہوگئے۔

مولانا قاری محمد اختر صاحب نے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی مرحوم کے مدرسہ حنفیہ جہلم میں تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا غلام یحییٰ جامع المعقول والمنقول سے تمام کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی نوراللہ مرقدہ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے' اور آپ کی تربیت کے لئے کوشاں رہتے تھے' آپ نے جامعہ مدنیہ لاہور میں دورۂ حدیث کے لئے آپ کو داخل کرایا' شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں مرحوم سے ۷۰۔۱۹۷۱ء میں دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔

۱۹۷۱ء میں ہی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی کے حکم پر مسجد شیخاں پنجن کسانہ ریلوے لائن اور جی ٹی روڈ کی درمیانی آبادی میں امامت' خطابت' تعلیم وتعلم' درس وتدریس کا آغاز کیا' یہ دور آپ کی بھرپور جوانی اور محنت و مشقت' ایثار وقربانی کی لازوال جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔ مل گیا تو کھالیا نہ ملا تو پورا دن فاقہ میں گزار دیا' پنجن کسانہ سے جادہ تک کئی کلومیٹر کا سفر ہے' نماز پنجن میں' کھانا جادہ میں' یوں وقت گزارا۔

فقیر راقم کا اس دور میں آپ سے تعلق قائم ہوا' ان دنوں گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی مرحوم ہوتے تھے' تب آپ نے گجرات کے قادیانیت زدہ دیہاتوں اور چکوک کا دورہ رکھا' حضرت مولانا قاری محمد اختر ہمارے میر کارواں تھے' پیدل' سائیکل' تانگا کے ذریعہ یہ سفر ہوئے' اس زمانہ میں قادیانی جارحیت زوروں پر تھی' قریہ قریہ قادیانی طلسم کو توڑنا جان جوکھوں کا کام تھا۔

قاری محمد اختر مرحوم نے فراغت کے بعد بیعت شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے کی' اور پھر یہ تعلق عشق میں تبدیل ہوگیا' ان دنوں گجرات ضلع میں جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی پہچان حضرت مولانا قاری محمد اختر مرحوم تھے۔ قاری محمد اختر خود ایک واقعہ سناتے تھے کہ اس زمانہ میں ایک بار کھاریاں کے قریب کسی چک سے مسلمان ماسٹر نے ملتان دفتر خط لکھا کہ قادیانیوں نے اودھم مچا رکھا ہے' مسلمان کمزور ہیں' مسئلہ کی وضاحت کے لئے کسی فاضل مبلغ ختم نبوت کو بھیجا جائے' دفتر مرکزیہ سے مولانا قاضی محمد اللہ یار خان مرحوم کی ڈیوٹی لگی' بھاری بھرکم کتب کا بکس لیا' پنجن کسانہ سے قاری محمد اختر کے ہاں دوپہر کو جادھمکے' اچانک ان کو دیکھ کر قاری صاحب فرماتے تھے: مجھے تعجب ہوا' قاضی اللہ یار مرحوم نے پوری کہانی سنائی' جمعرات کا روز تھا' خط آمدہ دکھایا' عصر کے قریب قاری محمد اختر اور قاضی محمد اللہ یار روانہ ہوئے' کتب کا بکس قاری محمد اختر نے بیگ قاضی صاحب نے اٹھایا' مغرب کو وہاں جا پہنچے ایک آدمی مسجد میں ملا' اس سے خط ارسال کرنے والے کا نام پوچھا' وہ صورت حال کو بھانپ گیا' اس نے کہا کہ وہ کاتب مکتوب تو پنڈی گیا ہوا ہے' یہ کہہ کر یہ آدمی چلا گیا' تھوڑی دیر بعد دوسرے حضرات سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ سب سے پہلے جن سے آپ نے پوچھا وہی کاتب ومرسل مکتوب تھے' وہ اب آپ کو نہیں ملیں گے' خط تو آپ کو لکھ دیا لیکن وہ اب صورت حال

کی ذمہ داری قطعاً قبول نہ کریں گے۔

قاری محمد اختر فرماتے تھے یہ سن کر ہم دونوں کو تعجب ہوا اور صورت حال کی سنگینی کا بھی احساس ہوا' میں تو مایوس ہو گیا کہ یہاں وعظ و تبلیغ ممکن نہیں' واپس جانا ہوگا' لیکن اگلے لمحہ قاضی صاحب نے فیصلہ سنایا کہ قاری صاحب آپ واپس جائیں میں رات یہاں رہوں گا' جمعہ بھی یہاں پڑھوں گا' آپ اطمینان رکھیں' کل جمعہ کے بعد شام کو آپ کے ہاں آ جاؤں گا' قاضی صاحب نے عشاء پر نمازیوں کے سامنے صورت حال رکھی' دس منٹ بیان کیا' کسی نے کھانا دے دیا' رات مسجد میں گزاری' صبح درس دیا تو مزید فضائل و برکات اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا' جمعہ پر خاصی حاضری ہوگئی تو قادیانیوں کے لتے لئے قادیانی کفر کو عوام پر واشگاف کیا' پورے گاؤں کے مسلمانوں کو چند گھنٹوں کی محنت سے قادیانیوں کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا' مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جو الوداع کہنے کے لئے پنجن تک آئے تھے پنجن کسانہ آ گئے' قاری محمد اختر مرحوم یہ واقعہ سنا کر گلوگیر ہو جاتے کہ کیسے وہ مخلص علماء تھے۔

قاری محمد اختر مرحوم نے پنجن کسانہ میں بنین و بنات کے شاندار مدرسے قائم کئے' جادہ میں بنات کا مدرسہ قائم کیا' پچیس تیس گاؤں میں مدرسہ کی شاخیں قائم کیں' سب کے اخراجات خود ادا کرتے تھے۔ بارہا مدرسہ کے لئے برطانیہ کا سفر ہوا' وہاں ملاقاتیں رہیں' اگست ۲۰۰۶ء میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں برمنگھم میں پورا دن اسٹیج پر رہے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔

ایک مبلغ کے لئے حکم فرمایا جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے فاضل مولانا شبیر احمد کو فقیر نے بھیجا تو بہت خوش ہوئے' ان کو علاقہ بھر میں عقائد حقہ کی ترویج کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا قاری محمد اختر مرحوم' مولانا قاضی مظہر حسین' مولانا عبداللطیف جہلمی پر فدا تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے عاشق صادق تھے' مولانا حامد میاں مرحوم مولانا غلام یحییٰ کے شاگرد خاص اور ان کی روایات کے امین تھے۔

دراز قد' طویل لحیہ' کشادہ سینہ' پکا رنگ' حجازی کرتا' آپ کی پہچان تھا' مؤقف کے پکے اور دل کے غنی تھے' علماء کے قدر دان' چھوٹوں کو بڑا بنانے کے خوگر' مسلک کے اظہار میں کسی رعایت کے روادار نہ تھے' غیبت' لڑائی' جھگڑا کے قریب نہ پھٹکتے تھے' عقیدۂ ختم نبوت' نفاذ شریعت اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہراول دستہ میں رہے' تمام حضرات کا دل و جان سے احترام کرتے تھے' جہاں کسی بے دین فتنہ کی فتنہ سامانی کو دیکھا چیلنج سمجھ کر ڈٹ جاتے تھے اور ہمیشہ کامیاب سرخرو رہتے تھے' آپ کی زندگی اکابر کی محنت کا پرتو ہوتی تھی' خوبیوں کا مجموعہ عاجزی وانکساری کا پیکر' دوستوں کے دوست تھے' اشداء علی الکفار رحماء بینھم پر عمر بھر عمل پیرا رہے' حق تعالیٰ شانہ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین۔

☆☆..............................☆☆

# عجیب وغریب واقعہ!

مرسلہ: جناب سید شمشاد حسین

''الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم ۰ واعلموا ان اللّٰہ سمیع علیم(بقرہ:۲۴٤)''

## خلاصۂ تفسیر

(اے مخاطب) کیا تجھ کو ان لوگوں کا قصہ تحقیق نہیں ہوا جو کہ اپنے گھروں سے نکل گئے اور وہ لوگ ہزاروں ہی تھے موت سے بچنے کے لئے۔ سو اللہ نے ان کے لئے (حکم) فرمادیا کہ مرجاؤ (سب مرگئے) پھر ان کو جلادیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں (کے حال) پر۔ مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اور (اس واقعہ پر غور کرکے) اللہ کی راہ میں قتال کرو اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں (جہاد کرنے اور نہ کرنے والوں کی باتیں سنتے اور ہر ایک کی نیت جانتے ہیں اور سب کو مناسب جزادیں گے۔)

## معارف ومسائل

یہ تین آیتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں ان میں ایک عجیب بلیغ انداز میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی ہدایت ہے کہ ان احکام کے بیان کرنے سے پہلے تاریخ کا ایک اہم واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ موت وحیات تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔ جنگ وجہاد میں جانا موت کا سبب نہیں اور بزدلی سے جان چرانا موت سے بچنے کا ذریعہ نہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں سلف صحابہؓ اور تابعینؒ کے حوالہ سے اس واقعہ کی تشریح یہ بیان کی گئی کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں بستی تھی اور وہاں کوئی سخت وباء طاعون وغیرہ پھیلا۔ یہ لوگ جو تقریباً دس ہزار کی تعداد میں تھے گھبرا اٹھے اور موت کے خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر سب کے سب پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اور دنیا کی دوسری قوموں پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں چھڑا سکتا۔ دو فرشتے بھیج دیئے جو میدان کے دونوں سروں پر آ کھڑے ہوئے اور کوئی ایسی آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مرے ہوئے رہ گئے۔ ایک بھی زندہ نہ رہا۔ آس پاس کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ یہاں پہنچے تو دس ہزار انسانوں کے کفن دفن کا انتظام آسان نہ تھا۔ اس لئے ان کے گرد ایک احاطہ کھینچ کر خطیرہ جیسا بنادیا۔ ان کی لاشیں حسب دستور گل سڑ گئیں۔ ہڈیاں پڑی رہ گئیں۔ ایک زمانہ دراز کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کا نام حزقیل علیہ السلام بتلایا گیا ہے اس مقام پر گزرے۔ اس خطیرہ میں جگہ جگہ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بذریعہ وحی ان کو ان لوگوں کا پورا واقعہ بتلایا گیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ ان لوگوں کو پھر زندہ فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ آپ ان شکستہ ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں:

’’ایتھا العظام البالیۃ ان اللہ یأمرک ان تجتمعی ‘‘یعنی اے پرانی ہڈیو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے۔

پیغمبر کی زبان سے خدا تعالیٰ کا حکم ان ہڈیوں نے سنا اور حکم کی تعمیل کی۔ جن کو دنیا بے عقل اور بے شعور سمجھتی ہے مگر دنیا کے ہر ذرہ ذرہ کی طرح وہ بھی تابع فرمان اور اپنے وجود کے مناسب عقل و ادراک رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مطیع ہیں۔ قرآن کریم نے آیت: ’’اعطی کل شئی خلقہ ثم ھدا‘‘ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا۔ پھر اس کو اس کے مناسب حال ہدایت فرمائی۔ حضرت مولانا رومیؒ نے ایسے ہی امور کے متعلق فرمایا ہے کہ:

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند
بامن وتو مردہ باحق زندہ اند

بہر حال ایک آواز پر ہر انسان کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ لگ گئیں۔ پھر حکم ہوا کہ اب ان کو یہ آواز دو:

’’ایتھا العظام البالیۃ ان اللہ یأمرک ان تکتسی لحما وعصباً وجلدا ‘‘یعنی اے ارواح! تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم دیتا ہوں کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آئیں۔ جن کی تعمیر وحیات ان سے وابستہ تھی۔ یہ آواز دیتے ہی ان کے سامنے سارے لاشے زندہ ہو کر کھڑے ہوگئے اور حیرت سے چار طرف دیکھنے لگے۔ سب کی زبانوں پر تھا: سبحانک لآ الہ الا انت!

یہ واقعہ بالکلہ دنیا کے فلاسفروں اور عقلاء کے لئے دعوت فکر اور منکرین قیامت پر حجت قاطعہ ہونے کے ساتھ اس ہدایت پر بھی مشتمل ہے کہ موت کے خوف سے بھاگنا خواہ جہاد سے ہو یا کسی وباء و طاعون سے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی تقدیر پر ایمان رکھنے والے کے لئے ممکن نہیں۔ جس کا یہ ایمان ہے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ نہ اس سے ایک سیکنڈ پہلے آسکتی ہے اور نہ ایک سیکنڈ مؤخر ہو سکتی۔ اس لئے یہ حرکت فضول بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہونے کی وجہ بھی۔

اب اس واقعہ کو قرآن مجید کے الفاظ سے دیکھئے۔ بیان واقعہ کے لئے قرآن نے فرمایا کہ: ’’الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم ‘‘یعنی کیا آپ نے ان لوگوں کے واقعہ کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے بخوف موت نکل کھڑے ہوئے تھے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے زمانے سے پہلے کا ہے جس کے دیکھنے کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔ ان سب مواقع میں رویت سے رویت قلبی مراد ہوتی ہے۔ جس کے معنی ہیں علم و ادراک۔ یعنی ’’الم تر ‘‘ایسے مواقع میں ’’الم تعلم ‘‘کے معنی میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کو لفظ ’’الم تر‘‘ سے تعبیر کرنے میں حکمت اس واقعہ کے مشہور در مشہور ہونے کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ واقعہ ایسا یقینی ہے جیسے کوئی آج دیکھ رہا ہو اور دیکھنے کے قابل ہو۔ ’’المتر ‘‘کے بعد حرف ’’الی‘‘ بڑھانے سے از روئے زبان اس کی طرف اشارہ بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد قرآن میں ان کی ایک بڑی تعداد ہونے کا بیان فرمایا گیا ہے: ’’وھم الوف ‘‘یعنی وہ لوگ

ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اس تعداد کی تعیین میں روایات مختلف ہیں۔ لیکن عربی زبان کے قاعدہ سے یہ لفظ جمع کثرت ہے جس کا اطلاق دس سے کم پر نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی تعداد دس ہزار سے کم نہ تھی۔

اس کے بعد ارشاد ہے: ''فقال لهم الله موتوا ''یعنی کہہ دیا ان کو اللہ تعالیٰ نے کہ مر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بلاواسطہ بھی ہوسکتا ہے اور بواسطہ کسی فرشتے کے بھی۔ جیسے دوسری آیت میں ارشاد ہے: ''اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون''

اس کے بعد فرمایا: ''ان الله لذو فضل على الناس ''یعنی اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر۔ اس میں وہ فضل بھی داخل ہے جو بنی اسرائیل کی اس قوم کو دوبارہ زندہ کر کے فرمایا اور یہ فضل بھی شامل ہے جو یہ واقعہ امت محمدیہ ﷺ کو بتلا کر ان کے لئے درس عبرت بنایا۔

آخر میں غفلت شعار انسان کو بیدار کرنے کے لئے فرمایا'' ولکن اکثر الناس لا یشکرون ''یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ہزاروں مظاہر انسان کے سامنے آتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اکثر انسان شکرگزار نہیں ہوتے۔ (معارف القرآن جلد اول ص۵۹۴تا۵۹۵)

---

## ختم نبوت کانفرنس جھنگ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے زیر اہتمام ۱۸؍مارچ بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عشاء جامع مسجد شیخ لاہوری جھنگ صدر میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کی زیر صدارت میں تیسری سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ معروف نعت خواں جناب آصف رشیدی نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا شاہنواز فاروقی، مولانا غلام حسین جھنگوی، جناب محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، جناب محمد سلیم لدھیانہ ایڈووکیٹ، مولانا عزیز الرحمٰن مجاہد نے مسئلہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور اتحاد امت کے عنوان سے عوام الناس سے مخاطب ہوئے۔ کثیر تعداد میں احباب تشریف لائے اور کانفرنس کو کامیاب بنایا۔

## محفل تاجدار ختم نبوت جھنگ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے زیر اہتمام ۱۸؍مئی بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عشاء جامع مسجد تقویٰ ناصر چوک جھنگ شہر میں مولانا ظہور احمد سالک کی صدارت میں ختم نبوت کے مقدس عنوان سے محفل تاجدار ختم نبوت منعقد ہوئی۔ جس سے جناب قاری شاہد نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، جھنگ کے مبلغ مولانا غلام حسین جھنگوی، مولانا سلطان محمود ضیاء (ملتان والے) نے تشریف لاکر مسئلہ ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ السلام، قادیانیوں کی شرانگیزیاں اور حکومت کے آئندہ منصوبوں کے بارے میں عوام الناس کو مطلع کیا۔ عوام الناس کی کثیر تعداد نے آندھی طوفان کے باوجود عشق رسول کا ثبوت دیا۔

# مرزا قادیانی اور محمد علی لاہوری!

مولانا سید نور الحسن بخاریؒ

محمدی بیگم سے نکاح آسمانی مرزائے قادیانی کے تابوت نبوت و مجددیت میں آخری کیل ہے۔ ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۷ء تک پورے اکیس سال کی شبانہ روز مسلسل جدوجہد ازالہ اوہام، آئینہ کمالات، تبلیغ رسالت جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، حقیقت الوحی، انجام آتھم وغیرہ جیسی بیسیوں کتابوں میں مندرجہ سینکڑوں خلیفہ آسمانی ارشادات اور ہزاروں اشتہاروں میں شائع شدہ موکد بعذاب قسمیہ ربانی الہامات کے علی الرغم جب آسمانی نکاح کا زمین پر نفاذ نہ ہوسکا اور وقت کا نبی اور رسول یا بدرجہ اقل مسیح موعود مجدد اعظم مصلح اکمل اور امام اکبر اور امت کا سب سے بڑا عاشق قرآن اور بے نظیر محب رسول ۱۷ر اپریل ۱۸۹۲ء سے ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء تک ۱۶ سال سے پورا چلا یا۔ اوپر جب منکوحہ آسمانی کے ساتھ مرزا سلطان محمود (محمدی بیگم کے شوہر) کے ناجائز تعلقات دیکھتا رہا اور زنا اور ناجائز اولاد کا یہ سلسلہ بند نہ کرسکا تو ایک باضمیر باغیرت انسان ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ قابل صد ہزار تحسین و تبریک ہے لاہوری قادیانیوں کے امیر محمد علی لاہوری ایم اے کا مرزا قادیانی سے ایمان و اخلاص کہ ان کے پائے استقامت میں قطعاً لغزش نہ آئی۔ فرماتے ہیں کہ: ''یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ مگر میں کہتا ہوں صرف ایک پیش گوئی لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیش گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں۔ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے دیکھنا چاہئے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۱۶ر جنوری ۱۹۲۱ء)'' محمد علی لاہوری ایم اے ایل ایل بی ہونے کے باوجود کس قدر بھولے بھالے آدمی ہیں۔ اجی حضرت! یہ کون کہتا ہے کہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تمام پیش گوئیوں کو نہ دیکھنا چاہئے۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی صداقت کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ تمام پیشگوئیاں جن میں یہ محمدی بیگم کی پیش گوئی بھی شامل ہے۔ پوری ہوئیں یا نہیں۔ آپ اس معیار پر مرزا قادیانی کو جانچنے کے لئے تو خود تیار نہیں اور کہتے دنیا کو ہیں کہ یہ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ بہرحال محمد علی لاہوری کا اس معیاری پیش گوئی کو غلط تسلیم کر لینا غنیمت ہے۔ لیکن اس پر ہم انہیں ہدیہ مبارکباد پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتراف حق و انصاف اور صدق و شداد کی بناء پر نہیں۔ بلکہ: ...... عصمت بی بی ست از بیچارگی ...... محمد علی لاہوری نے حقیقت میں تمام راستے مسدود دیکھ کر اور کوئی راہ فرار نہ پاکر مجبوراً اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے کا اقرار تو کر لیا۔ مگر مرزا قادیانی کی صداقت پر برابر ڈٹے رہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی اپنے پرکھنے کی کسوٹی اور اپنے تولنے کا ترازو اس پیش گوئی ہی کو قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ: ''اصلی پیش گوئی حال پر قائم ہے اور کوئی آدمی کسی حیلہ یا مکر سے اسے روک نہیں سکتا اور یہ پیش گوئی خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا۔ مجھے قسم ہے خدا کہ محمدی بیگم کے خاوند کے مرنے اور اس کے بعد محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے کی پیش گوئی سچی ہے۔ پس عنقریب تم دیکھ لوگے۔ میں اس پیش گوئی کو اپنے سچا یا جھوٹا ہونے کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا الہام اور وحی سے معلوم کر کے کہا۔'' (انجام آتھم ص ۲۲۳ جلد دوم)'' کاش کہ محمد علی لاہوری مجدد اعظم اور اپنے ہادی و مرشد کو اسی معیار پر پرکھتے جو اس نے اپنے لئے خود پیش کیا ہے تو بابانگ دہل مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹا ہونے کا اعلان کر دیتے۔

# جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ

## ختم نبوت کانفرنس سکھر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۱۴؍اپریل بروز ہفتہ بعد نماز عشاء موتی مسجد سکھر میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ہوئی جس میں مولانا اللہ وسایا، مولانا میر محمد میرک، مولانا محمد مراد ہالیجوی، جناب قاری خلیل احمد، مولانا عبداللطیف اشرفی، سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر اور دیگر علمائے کرام نے خطاب کیا۔

## ختم نبوت کانفرنس گھوٹکی

۱۵؍اپریل کو بعد نماز مغرب مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ علمائے کرام میں مولانا اللہ وسایا، مولانا میر محمد میرک، مولانا محمد حسین ناصر، مولانا عبدالرحیم پٹھان اور دیگر علمائے کرام نے خطاب کیا۔ کانفرنس الحمدللہ! ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والے مہمان علمائے کرام ومقامی علمائے کرام کے اعزاز میں جناب سید نور محمد شاہ نے پرتکلف عشائیہ دیا۔ کانفرنس کو کامیاب کرنے کے لئے مولانا خالد حسین، مولانا محمد ہارون چنہ، مولانا محمد امین چنہ، جناب سائیں نور محمد شاہ، جناب سیف اللہ کلوڑ، جناب حسین احمد اور دوسرے ساتھیوں نے بھرپور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

## ختم نبوت کانفرنس پنوں عاقل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوں عاقل کے زیر اہتمام ۵۵ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۱۶؍اپریل بروز پیر صبح دس بجے تا نماز عصر مرکزی جامع مسجد اور بعد نماز مغرب شاہی بازار روڈ پنوں عاقل میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت سندھ کی معروف روحانی خانقاہ عالیہ قادریہ ہالیجی شریف کے سجادہ نشین اور جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کے امیر قطب الاقطاب مولانا سائیں عبدالصمد صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، حضرت علامہ احمد میاں حمادی، مولانا عبدالرزاق میکھو، مولانا عبدالقیوم ہالیجوی، مولانا عبدالحمید شیخ، مولانا الٰہی بخش ثانوری، مولانا محمد حسین ناصر سمیت دیگر علمائے کرام وخطباء حضرات نے خطاب فرمایا۔ کانفرنس کے انتظامات مولانا قاری عبدالحمید شیخ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوں عاقل اور جناب قاری عبدالقادر چاچڑ ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پنوں عاقل اور ان کے دیگر رفقائے سنبھالے ہوئے تھے۔ الحمدللہ! کانفرنس ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔

## قلندرآباد، داتہ، مانسہرہ میں ختم نبوت کانفرنسیں

۴؍مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعہ کو مولانا اللہ وسایا نے قلندرآباد ضلع ایبٹ آباد میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے

خطاب فرمایا۔ عام جمعہ کے معمول کے علاوہ ایک کثیر تعداد مولانا کا بیان سننے کے لئے مرکزی جامع مسجد قلندر آباد میں موجود تھی۔ مولانا اللہ وسایا نے یہود ونصاریٰ اور قادیانیوں کی مشترکہ اسلام دشمن سرگرمیوں پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور مسلمانوں کو اپنا دشمن پہچاننے اور بیدار رہنے کی تلقین کی۔ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے بعد مولانا اللہ وسایا داتہ ضلع مانسہرہ میں تشریف لائے۔ جہاں بعد از نماز مغرب ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ نماز عصر کے بعد مولانا کی مقامی کارکنوں کے ساتھ خصوصی نشست ہوئی جس میں سالانہ کارکردگی اور موجود مسائل اور قادیانیوں کی سازشوں کے بارے میں تبادلہ خیال ہوا۔ مولانا نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے آئندہ کے لئے ہدایات فرمائیں۔

مغرب کی نماز کے بعد کانفرنس شروع ہوئی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے اپنے خطاب میں مرزائیوں کے دجل وفریب پر روشنی ڈالی اور سامعین کو ان کے تعاقب میں سرگرم رہنے کی تلقین کی۔ پھر ان کے بعد مولانا اللہ وسایا نے عقیدہ ختم نبوت پر تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان فرمایا اور مرزا قادیانی کے مختلف دعوؤں کا باحوالہ ذکر فرمایا۔ ختم نبوت کے عقیدہ کے تقاضوں پر روشنی ڈالی اور امت مسلمہ کو یہود ونصاریٰ اور قادیانی جماعت کے گٹھ جوڑ اور ان کے دجل وفریب سے آگاہ کیا۔ اس کانفرنس کی صدارت مولانا مفتی وقار الحق عثمانی خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ نے فرمائی اور دیگر علمائے کرام کے علاوہ جناب سید ہدایت اللہ شاہ صاحب امیر جمعیت علمائے اسلام ضلع مانسہرہ اور جناب عبدالرؤف نے خصوصی شرکت فرمائی۔ آخر میں ضلع مانسہرہ کی بزرگ علمی شخصیت شیخ الحدیث مولانا سید غلام نبی شاہ نے دعا فرمائی اور اسی دعا کے ساتھ اس کانفرنس کا اختتام ہوا۔

۵ رمئی کو بعد از نماز مغرب مولانا اللہ وسایا نے جامع مسجد محلّہ ناڑی مانسہرہ میں تحفظ ناموس رسالت کانفرنس سے خطاب فرمایا اور حکومت کی طرف سے ناموس رسالت کے قانون کے خلاف کی جانے والی سازش سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

## ختم نبوت کانفرنس ٹیکسلا

مرکز اصلاح والارشاد جامعہ عربیہ سراج المدارس جامع مسجد خاتم النبیین ٹیکسلا شہر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت پیر طریقت مولانا عبدالغفور صاحب نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا تھے۔ مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا مفتی محمد بن مفتی جمیل خان شہیدؒ، مولانا مفتی خالد کراچی، مولانا شبیر احمد عثمانی فیصل آباد، مبلغ مجلس اسلام آباد مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا محمد زاہد وسیم، مولانا خطیب الرحمٰن قریشی نے خطاب کیا۔ سید سلمان گیلانی، سید عزیز الرحمٰن شاہ، قاری مصباح الاسلام، پروفیسر مطیع الرحمٰن نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ قاری نعیم نے تلاوت کلام پیش کی۔ قاری محمد زکریا مہتمم جامعہ عربیہ سراج المدارس نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ کانفرنس میں ٹیکسلا شہر کے اور گردونواح کے علمائے کرام اور عوام الناس نے بھرپور شرکت کی۔ کانفرنس رات دو بجے پیر طریقت مولانا عبدالغفور صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

## اجتماعات ختم نبوت ڈیرہ غازیخان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازیخان کے زیر اہتمام مختلف مقامات پر سالانہ اجتماعات منعقد ہوئے۔ اس سلسلہ کا پہلا اجتماع ۲۲ رمئی ۲۰۰۷ء بروز منگل مدرسہ نصرت الاسلام جامع مسجد ابوبکر صدیق تر من تحصیل تونسہ میں منعقد ہوا۔ بعد نماز ظہر تلاوت کلام پاک سے اجتماع کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ نعت رسول مقبولؐ کے بعد مولانا غلام اکبر ثاقب نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ ان کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈیرہ غازیخان کے مہتمم مولانا عبدالستار رحمانی نے مدارس کی اہمیت وضرورت اور دینی تعلیم کی افادیت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے ناموس رسالت کے موضوع پر خطاب فرمایا اور اس سلسلہ میں حکومت کے ناپاک عزائم کا پردہ چاک کرتے ہوئے اہل اسلام کو متنبہ کیا کہ اگر امریکہ کے دباؤ میں آ کر حکومت ناموس رسالت کے آئین میں ترمیم کی ناپاک جسارت کرے جیسا کہ حکومتی رکن اسمبلی بھنڈارا نے اس ماہ ایسا بل پیش کیا ہے تو ہم ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے گریز نہ کریں گے۔ نماز عصر تک مولانا اللہ وسایا کا خطاب جاری رہا۔ عوام کا جوش وجذبہ قابل دید تھا۔ نماز عصر کے بعد ڈیرہ غازیخان روانگی ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد مدرسہ علویہ رفیق القرآن جامع مسجد مکی گھنٹہ گھر بازار میں دوسرا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ جناب قاری شاہنواز کھتران کی تلاوت سے اجتماع کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ جامعہ دارالعلوم رحمانیہ ڈیرہ غازیخان کے استاذ الحدیث مولانا محمد احمد نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر افتتاحی خطاب کیا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدہ ختم نبوت کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا اور قادیانیوں کی تردید پر دلائل دیئے۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے تحفظ ناموس رسالت کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم مسلسل چار ماہ سے ملک بھر میں شہر شہر، بستی بستی، قریہ قریہ اسلامیان پاکستان کو آگاہ کررہے ہیں کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے تیار ہوجائیں۔ امریکہ کے دباؤ میں آکر حکومت پاکستان حدود اللہ کے آئین کو منسوخ کرچکی ہے اور اب ناموس رسالت کے آئین میں ترمیم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر حکومت نے ایسا کرنے کی جسارت کی اور راجپال کا کردار ادا کرنے کے شوق کو پورا کیا تو اسلامیان پاکستان غازی علم الدین شہیدؒ کا کردار ادا کریں گے۔ مولانا عبدالرحمٰن، مولانا محمود احمد گجر نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔ رات کو مہمان علمائے کرام نے جامعہ اسلامیہ میں قیام کیا۔ نماز فجر کے بعد استاذ العلماء، پیر طریقت مولانا عبدالمالک ضیاء کی وفات پر ان کے صاحبزادے مولانا مفتی عبدالحئی سے اظہار تعزیت کیا۔ بعدازاں مدرسہ علویہ رفیق القرآن جامع مسجد مکی کے متولی ومہتمم جناب حاجی شیخ محمد علی کی بہو کے انتقال پر ان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

اس کے بعد علمائے کرام کا قافلہ جکھڑ امام شاہ پہنچا۔ جہاں بعد نماز ظہر دارالعلوم عثمانیہ میں اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا محمود احمد گجر نے افتتاحی خطاب کیا۔ انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر روشنی ڈلی۔ ان کے بعد مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اکابرین ختم نبوت کی عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کاوشوں کا ذکر فرمایا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے مرزائیوں کے باطل عقائد ونظریات سے عوام کو آگاہ کیا۔ اس علاقہ میں چونکہ قادیانی

رہتے اور مسلمانوں کو ورغلانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اس لئے مجلس یہاں سالانہ اجتماع بھی منعقد کرتی ہے اور مرزائیوں کے پھیلائے گئے شکوک وشبہات کا موثر انداز میں رد کیا جاتا ہے۔

## اجتماعات ختم نبوت راجن پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع راجن پور کے زیر اہتمام ۲۳ رمئی کو مدرسہ مرکز العلوم مسافر خانہ راجن پور شہر میں سالانہ اجتماع ختم نبوت منعقد ہوا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کی قیادت میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمود احمد گجر، مولانا عبدالرحمن غفاری پر مشتمل قافلہ جب راجن پور پہنچا تو مولانا بشیر احمد فاضل پوری، مولانا علی محمد صدیقی اور جناب حافظ فاروق قریشی نے معہ احباب والہانہ استقبال کیا۔ بعد نماز عشاء اجتماع کی کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مولانا بشیر احمد فاضل پوری نے افتتاحی خطاب کیا۔ ان کے بعد مولانا محمود احمد گجر نے عقیدہ ختم نبوت قرآن، سنت اور اجماع امت کی روشنی میں بیان کیا اور مرزائیوں کی سازشوں سے عوام کو آگاہ کیا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عظمت رسولؐ کے موضوع پر خطاب کیا۔ مولانا اللہ وسایا نے ناموس رسالت کے موضوع پر خطاب کیا۔ عوام کو حکومت کے عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے حکمرانوں کو خبردار کیا کہ اگر ناموس رسالت کے آئین میں ترمیم کرنے کی جسارت کی گئی تو اسلامیان پاکستان اسے کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ پیر طریقت مولانا سیف الرحمن درخواستی کی دعا پر اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

## سلطان محمود غزنویؒ عظیم مجاہد تھے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کہا کہ سلطان محمود غزنویؒ عظیم مجاہد، انگریز سامراج کے دشمن اور غیرت مند انسان تھے کہ انہوں نے سومنات کا بت توڑ کر بت پرستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔ وہ یہاں جامعہ محی الاسلام لکڑ منڈی اوکاڑہ میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب کررہے تھے۔ استقبالیہ تقریب کی صدارت جناب قاری غلام محمود نے کی۔ انہوں نے کہا کہ سلطان محمود غزنویؒ کو ڈاکو کہنے والے برطانیہ سے وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ جناب قاری غلام محمود انور نے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جن کا ماضی داغدار اور جن کے منہ کو خون لگا ہوا ہے جو درجنوں علمائے دین کے قاتل اور برطانوی سامراج کے جدی پشتی وفادار ہیں وہ تحریک آزادی کے رہنماؤں کو ڈاکو کہہ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کررہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اوکاڑہ کے مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد نے قومی اسمبلی میں مرتد کی شرعی سزا کے نفاذ کے لئے قومی اسمبلی میں متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کے پیش کردہ ترمیمی بل کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ارتداد کی شرعی سزا کا نفاذ وقت کا اہم تقاضا ہے۔ متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے بل پیش کرکے اسلامیان پاکستان کے دیرینہ مطالبہ کو پارلیمنٹ میں پیش کردیا ہے۔ مطالبہ کیا گیا کہ پارلیمنٹ اس پر فوری طور پر قانون سازی کرے۔ استقبالیہ تقریب میں مولانا افتخار احمد، مولانا نصیر احمد، جناب حافظ محمود احمد، مولانا ظفر حیات سمیت کئی ایک علمائے کرام نے شرکت کی۔

## دفتر ختم نبوت رحیم یار خان میں سید امین الدین پاشا کی تشریف آوری

رحیم یار خان ختم نبوت دفتر میں حضرت سید امین الدین پاشا صاحب تشریف لائے اور ماہانہ تربیتی واصلاحی نشست سے بیان فرمایا۔ اولاً جامعہ قادریہ کے طالب علم نے تلاوت قرآن پاک فرمائی۔ بعدازاں جامعہ قادریہ رحیم یار خان کے مہتمم وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا قاضی عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے دل سوز آواز میں ہدیہ نعت پیش فرمائی جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ دفتر میں حاضرین کی کثیر تعداد موجود تھی جن سے حضرت سید امین الدین پاشا صاحب کا پرمغز بیان ہوا۔ انہوں نے عقیدہ ختم نبوت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارے نزدیک اسلام کی اساس ہے۔ انہوں نے اس بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت روشناس کرواتے ہوئے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کا واقعہ سنایا کہ: ''حضرت کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی تحریک تحفظ ختم نبوت سے منسلک رہے گا اس کی جنت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ مجلس میں موجود ایک شخص نے حضرت کشمیریؒ سے کہا کہ کیا آپ یہ لکھ کر دے سکتے ہیں؟۔ جواباً حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کہ بالکل اور اس شخص کو لکھ کر دے دیا۔'' انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ یہ ہر مسلمان کی سعادت ہے کہ تحفظ ختم نبوت میں اپنا کردار پیش کرے۔

## مولانا سعید احمد جلال پوری کا دورہ میر پور خاص اور کھیبر و

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رکن شوریٰ اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے جانشین مولانا سعید احمد جلال پوری ۲۷ ربیع الثانی کو میر پور خاص اچانک تشریف لائے۔ مولانا محمد علی صدیقی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص نے چار گھنٹہ کے دورانیہ میں مولانا بشیر احمد کرنالوی، مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا مفتی مسعود احمد، مولانا عبید انور اور مولانا عبداللہ کے مشورہ سے مدینہ مسجد شاہی بازار میں ایک پروگرام رکھا۔ مدینہ مسجد شاہی بازار کا صحن بھرا ہوا تھا۔ حضرت جلال پوری نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ درخت اور پودے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک خودرو اور دوسرے لگائے جاتے ہیں۔ جو لگائے جاتے ہیں ان کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ ان کا مالک بھی ہوتا ہے اور مالی بھی۔ جبکہ خودرو بارش آئی پیدا ہوئے اور ختم ہو جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ میں ان کا نام بھی نہیں ہوتا۔ جبکہ باغ قائم ودائم رہتا ہے۔ کیونکہ باغ کا مالک مالی رکھتا ہے اور مالی کو کہتا ہے کہ ان پودوں کی دیکھ بھال کرنی ہے اور اگر ان میں کوئی خودرو پودا پیدا ہو جائے یا ایسا پودا جوان کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کو ختم کر دینا ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کا باغ ہے اور اس کی حفاظت ہے اور جھوٹے مدعیان نبوت کی مثال خودرو کی ہے۔ یہ ختم ہو جائیں گے لیکن آپ ﷺ کا دین قیامت تک ہے۔ بلکہ جنت میں بھی رہنمائی کرے گا اور مولانا نے فرمایا کہ ختم نبوت کا کام کرنا بہت ہی سعادت کا کام ہے۔ ختم نبوت کا کام کرنے والے کی مہمانی حضور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ مجھے ایک دوست نے حج کے سفر میں اپنا خواب سنایا۔ یہ ساتھی کراچی کا رہنے والا ہے۔ ہمارے مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے اصلاحی تعلق تھا۔ حضرت کی شہادت کے بعد مولانا تقی عثمانی سے

اصلاحی تعلق ہے۔خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوا۔کیا دیکھتا ہوں کہ جالی نہیں ہے۔آپ ﷺ آرام فرمارہے ہیں اور سفید چادر آپ ﷺ کے جسم اطہر پر ہے۔پاؤں مبارک کھلے ہوئے ہیں۔دل میں آیا کہ ہاتھ لگاکر برکت حاصل کروں۔آواز آئی کہ نہیں بے ادبی ہے۔ادب سے سلام عرض کررہا تھا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ جہاں روضۂ اقدس میں آرام فرمارہے ہیں ساتھ ہی بہت ہی اعلیٰ قسم کا دسترخوان لگا ہوا ہے۔دل میں خیال آیا کہ کس نے لگایا۔غیب سے سنائی دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان حضرات کی مہمان نوازی ہے جو حضور ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرتے ہیں۔اس کے بعد مولانا جلال پوری نے فرمایا کہ ہمیں بھی خوب حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا کام کرنا چاہئے۔مولانا نے فرمایا کہ قادیانی حضور نبی کریم ﷺ کے بدترین دشمن ہیں۔ہمیں ان سے تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں۔ان سے مکمل سوشل بائیکاٹ کرنا چاہئے اور اسی طرح شیزان قادیانیوں کی مصنوعات ہے۔اس کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہئے۔

مولانا نے فرمایا کہ گزشتہ دنوں مجھے راولپنڈی سے مولانا محمد یوسف بنوریؒ جو ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے ہیں اور ۱۹۷۴ء میں قادیانی ان کی قیادت میں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ان کی نواسی کا فون آیا کہ میں کراچی سے راولپنڈی کا سفر بذریعہ جہاز کررہی تھی تو پی آئی اے کے جہاز میں شیزان مشروب پیش کیا گیا۔میں نے اس شیزان مشروب کو نہ خود پیا اور نہ بچوں کو پینے دیا۔اس لئے کہ قادیانیوں کا ہے اور پی آئی اے کے ملازمین سے میں نے احتجاج کیا کہ اگر آپ ہمیں کوئی اور مشروب نہیں دے سکتے تو کم از کم قادیانیوں کا مشروب تو نہ دیں۔میرے اردگرد بیٹھی ہوئی سواریوں نے بھی اس بات کے بعد شیزان مشروب استعمال نہیں کیا۔سفر مکمل ہوا۔ میں راولپنڈی گھر پہنچ گئی۔اس کے بعد میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین چہرے والی شخصیت تشریف فرما ہیں اور میں ان کو دیکھ رہی ہوں۔خواب میں میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ شخصیت کون ہیں تو جواب ملا پہچانتی ہو۔یہ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔میں بہت خوش ہوئی۔خواب ختم ہوا۔مولانا نے فرمایا کہ حضرت بنوریؒ کی نواسی فون پر مجھے فرمانے لگی حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت مجھے اس لئے ہوئی کہ اس دن جہاز کے سفر میں میں نے آپ ﷺ کے دشمنوں قادیانی مصنوعات شیزان مشروب کو نہ صرف ٹھکرادیا بلکہ خوب نفرت کا اظہار کیا۔ مولانا نے سامعین سے فرمایا کہ ہمیں بھی حضور نبی کریم ﷺ سے خوب محبت کا حق ادا کرنا چاہئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے دشمنوں سے ہمارا کسی بھی قسم کا تعلق نہیں ہونا چاہئے۔

رات کو میرپور خاص میں قیام کرنے کے بعد مولانا سعید احمد جلال پوری مولانا مفتی سعید احمد صاحب کی دعوت پر کھپیرو تشریف لے گئے۔جہاں دن پونے بارہ بجے خواتین اور مدرسہ بنات کی بچیوں سے اصلاحی بیان کیا اور مدرسہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔بعد نماز ظہر جامع مسجد کھپیرو میں ایک اجتماع سے خطاب کیا۔اس سفر میں مولانا جلال پوری کے ہمراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے فرزند مولانا محمد طیب لدھیانوی اور مولانا مفتی فخرالزمان بھی شامل تھے۔کھپیرو جامع مسجد میں بیان کے بعد تین بجے واپس کراچی کے لئے عازم سفر ہوئے۔

# تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب : الانوار لاشرفیه فی الفوائد الصرفیه!
تالیف : مولانا مفتی محمد احمد انور
صفحات : ۸۸۸
قیمت : درج نہیں
ملنے کا پتہ : المکتبة العلمیه جامعہ اشرفیہ مانکوٹ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال!

وفاق المدارس کے تحت کام کرنے والے تمام مدارس میں یکساں طور پر ’’امام الصرف والنحو‘‘ حضرت مولانا محمد اشرف شاد کو مانا جاتا ہے۔ اندرون و بیرون ملک سے طلباء ان کے پاس صرف نحو پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد احمد انور نے آپ کی زندگی بھر کی علم صرف کی تمام مباحث کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب علم الصرف پر گویا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کی چند ایک امتیازات یہ ہیں:

☆...... مقدمہ ارشاد الصرف مکمل و مفصل
☆...... صرف کبیر باب ضرب بمع ترجمہ اردو مکمل
☆...... قوانین ارشاد کی تسہیل احترازی اور متابقی مثالوں کے ساتھ
☆...... مختلطات سمیت تمام ابواب کی مکمل صرف صغیر و کبیر با جراقوانین وجوبیہ
☆...... تقریباً ۱۸۰۰ حل شدہ قرآنی و احتمالی صیغہ جات کا گرانقدر ذخیرہ
☆...... صیغہ جات وزن اور قانون کی نشاندہی کے ساتھ مشکل صیغوں کی تعلیلات حاشیہ پر
☆...... رسم الخط اور صحت اعراب کی بھرپور کوشش اور دیگر حواشی مفیدہ

اچھے خط اور مناسب کاغذ پر چھاپی گئی۔ تقطیع اور ضخیم ہونے کے باعث جلد میں جس احتیاط کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا افسوس کہ جلد ساز نے وہ ملحوظ نہیں رکھی۔ اساتذہ وطلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔ دونوں طبقوں کو بہت ساری دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ اہل علم کو اس کی قدر کرنی چاہئے کہ قدر کے قابل ہے۔

نام کتاب : تمام العانیة فی الفرق بین صریح الطلاق و الکنایة!
تالیف : حضرت مولانا محمد ہاشم ٹھٹھویؒ
صفحات : ۴۰
قیمت : درج نہیں
ملنے کا پتہ : المکتبة القاسمیہ کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز سندھ!

حضرت مولانا محمد ہاشم سندھی بارھویں صدی کے بہت بڑے عالم اور یگانہ روزگار تھے۔ آپ کا ایک اہم

فتویٰ بابت حکم الطلاق پر مشتمل تھا۔ مطبوعہ اور مخطوطہ نسخہ کو ملا کر تحقیق وتخریج، تصحیح وتقدیم کے تقاضوں کو پورا کیا گیا تو چالیس صفحات کا یہ رسالہ تیار ہوگیا۔ حضرت مولانا محمد ادریس سندھی، حضرت مولانا عبدالقیوم سندھی، جناب مفتی کلیم اللہ لغاری سندھی نے بھرپور محنت سے حضرت مرحوم کی علمی تحقیق کو زندہ جاوید کردیا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | حلاوة الفم بذکر جوامع الکلم |
| تالیف | : | مولانا محمد ہاشم ٹھٹھویؒ |
| صفحات | : | ۱۲۸ |
| قیمت | : | درج نہیں |
| ملنے کا پتہ | : | المکتبۃ القاسمیہ کنڈیارو ضلع نوشہروفیروز سندھ! |

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی مرحوم نے آنحضرتﷺ کے ذخیرہ احادیث سے ایک صد بیس احادیث مبارکہ کو جو آپﷺ کی صفت جوامع الکلم کی آئینہ دار ہیں۔ اس رسالہ میں جمع کی ہیں۔ تقدیم وتعلیق حضرت مولانا محمد ادریس سندھی کی ہے۔ اس پر تحقیق وتخریج احادیث کا کام آپ کے صاحبزادے مولانا سلیم اللہ صاحب نے کیا اور مراجع وتصحیح کا کام مولانا عبدالقیوم صاحب نے کیا۔ دیدہ زیب طباعت کے اعلیٰ ذوق کو سامنے رکھ کر شائع کیا گیا۔ حق تعالیٰ ان حضرات کو حضرت مولانا محمد ہاشم ٹھٹھویؒ کے علوم کو زندہ جاوید بنانے پر اپنے شایان شان رحمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | تفہیم البلاغہ شرح اردو دروس البلاغہ |
| تالیف | : | حضرت مولانا محمد یار عابد |
| صفحات | : | ۲۰۰ |
| ملنے کا پتہ | : | مکتبہ ختم نبوت غزالی سٹریٹ اردو بازار لاہور |

دروس البلاغہ فن بلاغت کی اہم اصطلاحات پر مشتمل کتاب ہے۔ جسے وفاق المدارس نے اپنے نصاب میں شامل کر رکھا ہے۔ جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے فاضل حضرت مولانا محمد یار عابد نے سلیس ترجمہ، تقطیع عبارت، اشعار کی ترکیب، مشقی سوالات اور لغوی تحقیق کے التزام کے ساتھ دروس البلاغہ کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اساتذہ اور طلباء کے لئے یہ شرح مددگار ثابت ہوگی۔ اہل علم اس کی قدر کریں گے۔

---

## چوہدری محمد رفیق آرائیں کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گولارچی کے میزبان جناب چوہدری محمد رفیق آرائیں کے سالے اور جناب چوہدری محمد زاہد انجم کے ماموں گزشتہ دنوں گھوئکی میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میرپور خاص کے مبلغ حضرت مولانا محمد علی صدیقی، حضرت مولانا محمد یعقوب شجاع آبادی، جناب حکیم مولوی محمد عاشق نقشبندی نے چوہدری صاحب سے تعزیت کی اور مرحوم کے بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

ایشیاء میں غلامی کی سب سے بڑی تربیت گاہ:۔ القادیان وما القادیان وما ادریك ما القادیان

مثل کلمة خبیثة ن اجتثت من فوق الارض مالها من قرار

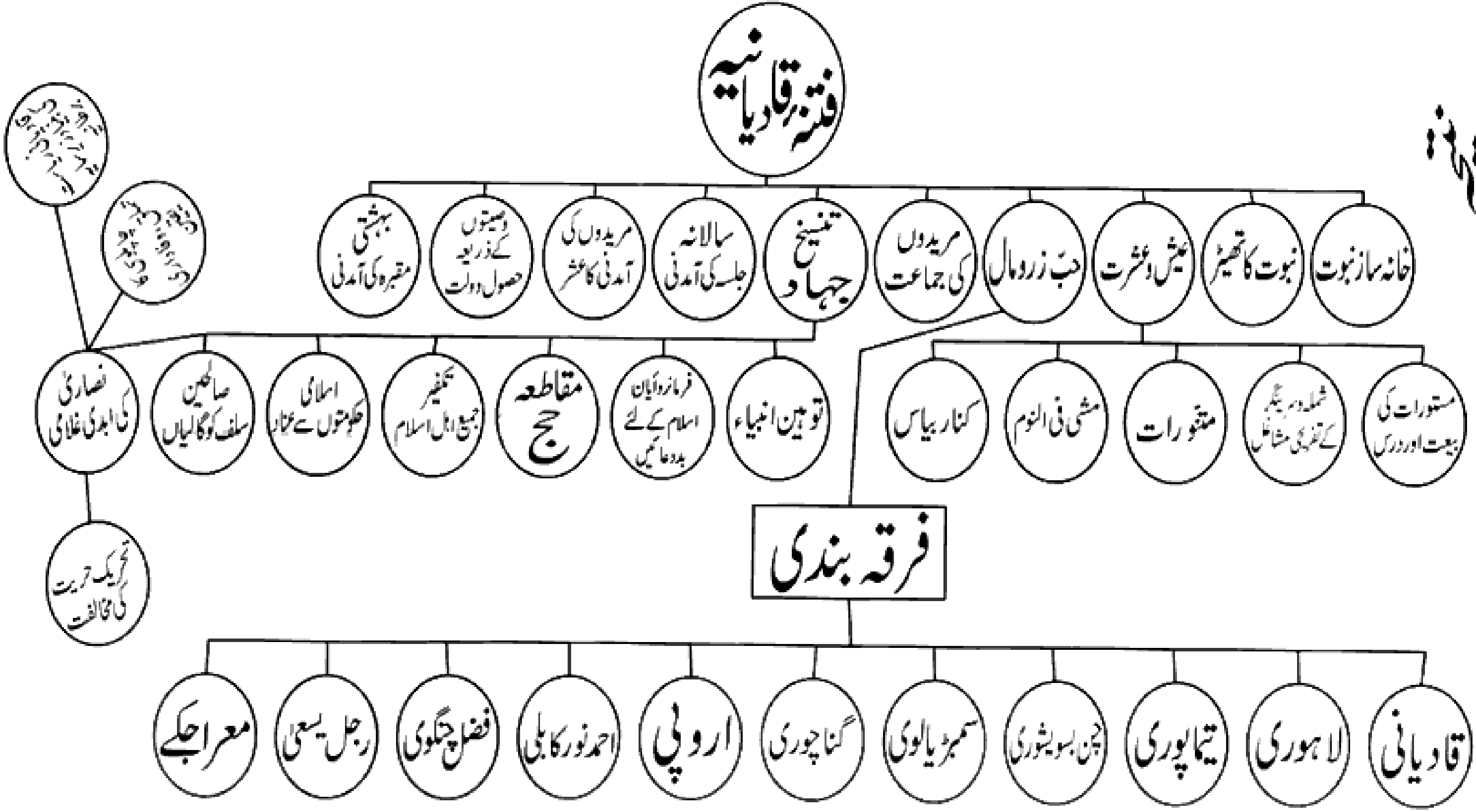


نتیجہ

خسرالدنیا والآخرہ

بمطابق از: برق آسمانی بر خرمن قادیانی ص ۱۰۱

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اکابرین کے رد قادیانیت پر رسائل کے مجموعہ جات کو شائع کرنے کا کام شروع کیا ہے چنانچہ:

## احتساب قادیانیت

- جلد 1 ...... حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
- جلد 2 ...... مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
- جلد 3 ...... مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ
- جلد 4 ...... حضرت کشمیریؒ حضرت تھانویؒ حضرت عثمانیؒ، حضرت میرٹھیؒ
- جلد 5 ...... مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
- جلد 6 ...... قاضی سلیمان منصور پوریؒ پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ
- جلد 7 ...... مولانا سید محمد علی مونگیریؒ
- جلد 8 ...... مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
- جلد 9 ...... مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
- جلد 10 ...... مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
- جلد 11 ...... جناب بابو پیر بخش لاہوریؒ
- جلد 12 ...... جناب بابو پیر بخش لاہوریؒ
- جلد 13 ...... مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا شمس الحق افغانیؒ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
- جلد 14 ...... جناب ابوعبیدہ نظام الدینؒ بی۔اے
- جلد 15 ...... حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، حضرت ہزارویؒ
- جلد 16 ...... حضرت جالندھریؒ، حضرت بنوریؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
- جلد 17 ...... مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ، مولانا نور محمد خانؒ
- جلد 18 ...... مولانا محمد منظور نعمانیؒ، مولانا محمد یعقوب پٹیالویؒ، جناب علامہ نصیر بی اےؒ
- جلد 19 ...... مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، مولانا عبداللطیف رحمانیؒ، مولانا ظہور احمد بگویؒ

کے مجموعہ رسائل پر مشتمل ہیں۔

ان تمام اکابرین امت کے فتنہ قادیانیت کے خلاف رشحات قلم کا مطالعہ آپ کے ایمان کو جلا بخشے گا

**عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 061-4514122**

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

بمقام جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

# کورس رد قادیانیت و عیسائیت

نامور علماء ◉ مناظرین و ماہرین فن لیکچر دیں گے ان شاء اللہ

حضرت قبلہ پیر طریقت مخدوم العلماء شاہ نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

حضرت اقدس مولانا مخدوم المشائخ خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

بتاریخ ۴ تا ۲۷ شعبان ۱۴۲۸ھ

18 اگست تا 10 ستمبر 2007ء

- کورس میں شرکت کے لئے کم از کم ◉ درجہ رابعہ ◉ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔
- شرکاء کورس کو کاغذ، قلم، خوراک، وظیفہ اور کتب رد قادیانیت کا سیٹ دیا جائے گا۔
- کورس کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی اور بہتر پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی۔
- کورس میں داخلہ کے لئے سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی سند کی فوٹو کاپی لف ہو۔
- اپنی ضرورت اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
- پتہ ترسیل درخواست: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 4514122

زیر اہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ◉ چناب نگر ◉ چنیوٹ ضلع جھنگ فون: 047-6212611